نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۷۰ قیمت پندرہ روپے جولائی ۲۰۰۲ء

تا نُوربخش بادشاہ دوران اولیا شد
عالم پُر از صفا شُد از ذوق خرقہ پوشی



خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ تھلے بلتستان

مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ امباڑی ڈیرہ دون کے ساتھ





مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون ہندوستان میں بسنے والے تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ہے۔ الحمد للہ مخلص دینی بھائیوں اور کارکنوں کے جہد مسلسل اور جذبہ ایمانی سے سرشار اہل صوفیہ نوربخشیہ کے جانی ومالی تعاون کی بدولت امباڑی ضلع ڈیرہ دون میں ۱۲ مارچ ۱۹۹۹ء سے درس وتدریس کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس مدرسہ میں ۱۰۰ سے زائد طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن میں علاقہ لداخ اور نوبرا سے تعلق رکھنے والے ۲۵ اقامتی طلباء بھی شامل ہیں۔ مدرسہ تمام اقامتی طلباء کی تعلیم وتربیت، خوراک، پوشاک اور رہائش کا مفت بندوبست کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کی شایان شان عمارت کی تعمیر کا کام بھی زور شور سے جاری ہے۔ لہذا تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ سے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں مقیم ہوں اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے صدقات، فطرہ وزکوٰۃ و چندہ جات سے تعاون فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ تاکہ مستقبل میں یہ درسگاہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ اور دین اسلام کا مضبوط نظریاتی قلعہ ثابت ہو۔

تعاون کے طالب:

۱۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیئر آرگنائزیشن امباڑی ڈیرہ دون

۲۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیئر آرگنائزیشن پرتاپور نوبرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۰۷ قیمت پندرہ روپے جولائی ۲۰۰۲ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر: علامہ محمد بشیر، آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

خط و کتابت کا پتہ: A-358 سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

اکاؤنٹ نمبر UBL 17738 سیکریٹریٹ برانچ اسلام آباد

فہرستِ مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے انٹر گرافک پرنٹر آئی ٹائن فور اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ G-6/1-1 351-A سے شائع کیا۔

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

وسنتہ' ان یثنی رجلیہ کجلوس المتادّب امّا مفترشاً و امّا متورّکاً کیف اتّفق و ان یلحق بالشہادتین و الصّلوتین من الدّعاء و الحمد والثّناء ما شاء امّا بھٰذہ بسم اللہ و الحمد للہ والاسماء الحسنٰی کلّھا للہ اشھد ان لّآ الٰہ الاّ اللہ وحدہ' لا شریک لہ' و اشھد انّ محمّدًا عبدہ' و رسولہ' ارسلہ' بالحقّ بشیرًا و نذیرًا بین یدی السّاعۃ اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وّ اٰل محمّدٍ وتقبّل شفاعتہ' فی امّتہ وارفع درجتہ' و قرّب وسیلتہ' انّک حمیدٌ مّجیدٌ و لو الحق بہٖ طلب المغفرۃ لہ' والوالدیہ وللمؤمنین جاز کما یقول اللّٰھم اغفرلنا ولوالدینا ولجمیع المؤمنین والمؤمنات و المسلمین والمسلمات وارحمنی وارحمھما کما ربّیانی صغیراً و امّا بھٰذہ الصّیغۃ التّحیات للہ و التّحیات المبارکات الطّیّبات الزّاکیات سلامٌ علیک ایّھا النّبیّ و رحمۃ اللہ و برکاتہ' سلامٌ علینا و علٰی عباداللہ الصّالحین ۝ ط اشھد ان لّآ الٰہ الاّ اللہ واشھد انّ محمّدًا رّسول اللہ اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وّ علٰی اٰل محمّدٍ و بارک وسلّم کما صلّیت و بارکت و سلّمت علٰی ابراھیم و علٰی اٰل ا براھیم انّک حمیدٌ مّجیدٌ وامّا بصیغۃٍ اخرٰی تتقارب الٰی ھٰذہ الصّیغ و من عجز عن ھٰذہ الصّیغ یجوز لہ التّرجمۃ بایّ لسانٍ شاء

ترجمہ: قعدۂ تشہد کی سنتیں:

باادب بیٹھنے والوں کی طرح پیروں کو دو تہ کرنا، خواہ پیروں کو بچھا کر رکھے، خواہ تورّک کی حالت پر رکھے، جو نسی صورت راس آئے کرے۔ دونوں شہادتوں اور دونوں صلوٰت کے ساتھ دعا اور حمد و ثنائے الٰہی میں سے جو چاہے شامل کرنا۔ یا تو تشہد ان الفاظ میں پڑھے۔ بسم اللہ و الحمد للہ الخ شروع کرتا اللہ کے نام سے ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ تمام اچھے اچھے نام اللہ کے لیے ہیں۔ میں گواہی دیتا / دیتی ہوں کہ اکیلے لاشریک اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ نیز میں گواہی دیتا / دیتی ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کا بندہ اور اس کا وہ رسولؐ ہیں جن کو اس نے قیامت برپا ہونے سے پہلے حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور (عذاب) سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ پروردگار تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آلِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ اپنی امت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما۔ ان کا درجہ بلند کر اور ان کا وسیلہ نزدیک فرما۔ بے شک تو لائق حمد بزرگی والا ہے۔ اگر نماز گزار اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور جملہ مؤمنوں کے لیے مغفرت مانگنے کی دعا شامل کرے تو جائز ہے۔ جیسا کہ وہ کہے اللّٰھم اغفرلنا و الولدینا الخ پروردگار! ہم کو بخش دے۔ ہمارے والدین کو بھی، تمام مؤمن مردوں کو بھی، تمام مؤمنہ عورتوں کو بھی، تمام

مسلمان مردوں کو بھی اور تمام مسلمان عورتوں کو بھی بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما اور میرے والدین پر بھی رحم فرما جیسا کہ انہوں نے کمسنی میں میری پرورش کی۔ یا تو نماز گزار ان الفاظ میں تشہد پڑھے۔ التحیات للہ و التحیات المبارکات الخ تمام (لسانی اور بدنی) عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔ تمام برکت، پاک، سحری عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبیؐ تجھ پر سلامتی، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل رہیں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی رہے۔ میں گواہی دیتا / دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نیز میں گواہی دیتا / دیتی ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پروردگار تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آلِ محمدؐ پر اپنی رحمت، برکت اور سلامتی نازل کر، جیسا کہ تُو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیمؑ پر رحمت، برکت اور سلامتی نازل کی ہے۔ بیشک تو لائقِ حمد بزرگ ہستی ہے۔ اس کے علاوہ ان الفاظ کے ہم معنی دیگر الفاظ بھی تشہد میں پڑھے تو جائز ہے۔ جو شخص ان الفاظ کی ادائیگی سے عاجز آجاتا ہو اس کے لیے جس زبان میں بھی ہو اس کا ترجمہ پڑھ لینا جائز ہے۔

وضاحت:

مذکورہ بالا عبارتوں میں قعدۂ تشہد کے مسنون افعال کے متعلق امورِ ذیل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ پیروں کی حالت
۲۔ الحاقِ دعا وغیرہ
۳۔ دو مثالی صورتیں
۴۔ طلبِ مغفرت بہ دعا
۵۔ الفاظِ تشہد کی عمومیت
۶۔ بندۂ عاجز کی سہولت

تفصیلِ وضاحت:

۱۔ "پیروں کی حالت" کا مطلب یہ ہے کہ نماز گزار جب قعدۂ تشہد پر آجائے تو اس کے لیے اپنے پیروں کی دو حالتیں مذکور ہوئی ہیں۔ نماز گزار کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ان دونوں حالتوں میں سے جس حالت کو بھی وہ چاہے اپنائے۔ دونوں حالتوں کی تفصیل یوں ہے۔

ا۔ حالتِ افتراش: اس حالت کی تفصیل کا مطلب ہے کہ نماز گزار دوزانو ہو کر اپنے مقعد پر بیٹھ جائے اور دونوں پیروں کو اپنی چاہت کے مطابق یا دائیں پھیلا دے یا بائیں پھیلا دے۔ اگر دائیں پھیلائے رکھے تو وہ دائیں ٹانگ کی پنڈلی کو بائیں پیر پر رکھے اور اگر بائیں طرف پھیلائے رکھے تو وہ بائیں ٹانگ کی پنڈلی دائیں پیر پر رکھے۔ تاہم پیروں کو بائیں طرف پھیلائے رکھنے کی عادت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ اکثر نماز گزار حالتِ افتراش میں پیروں کو دائیں طرف پھیلائے رکھتے ہیں۔

۲۔ حالتِ تورک: اس حالت کی تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ نماز گزار باادب دوزانو ہو کر یوں بیٹھ جائے کہ اس کی دائیں ٹانگ کی پشتِ قدم بائیں ٹانگ کے تلوے سے لگی رہے اور بائیں ٹانگ کی پشتِ قدم جائے نماز سے لگی رہے اور مقعد دونوں ایڑھیوں پر رہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نماز گزار ان دونوں حالتوں میں سے جس حالت کو اختیار کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ جواز میں دونوں مساوی ہیں۔ ہر نماز گزار کو اپنی سہولت کے مطابق حالت کو اپنائے رکھنا روا ہے۔

۳۔ "الحاقِ دعا" وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ نماز گزار قعدۂ تشہد میں شہادتیں اور صلوٰتیں یعنی دونوں شہادتوں اور دونوں درود پر اپنی طرف سے مناسب دعا، حمدِ باری تعالیٰ اور ثنائے الٰہی پر مشتمل الفاظ بڑھا سکتا ہے۔ اس کی ایک ایک (بقیہ ص پر)

نوربخشیات (گزشتہ سے پیوستہ)

تعارفِ صوفیہ نوربخشیہ

مولانا شکور علی انور فاضل عربی

صوفیہ نوربخشیہ کا عقیدۂ اجتہاد :

بعض اسلامی مسالک میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے لیکن چونکہ تقلیدِ رسمی نے اس کی جگہ لے رکھی ہے اس لیے اجتہاد کی جائے تقلیدِ رسمی کی بندھن کی خوب محافظت کی جاتی ہے۔

اگر انسان فراخدلی سے بلا تعصب اسلامی اساس کا مطالعہ کرے تو اسے یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ زمانہ رسولؐ سے لے کر اب تک فقہی مسائل واحکام، معاملات و محاکمات اور حدود وقصاص میں اجتہاد کا عمل رائج رہا ہے۔ صاحبِ شریعت نے اسے رائج سمجھا اور اب تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ دروازہ کبھی بند نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (سورة الانبياء)

"اگر تم کسی مسئلہ کی حقیقت نہ جان سکو تو اہلِ ذکر سے دریافت کرو۔"

باری تعالیٰ کے اس ارشاد سے صراحت ہوتی ہے کہ انجان اور کم علم لوگوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ شریعت کے مسائل اور طریقت کے دقائق کو اہلِ ذکر سے دریافت کرے اور جہل کے مرض کا یہی علاج ہے کہ وہ کسی عالم فاضل یا عارفِ کامل سے سوال کرے اور پھر اس کے اس علمی اطمینان اور تحقیق پر عامل ہو۔ مذکورہ بالا آیت میں علم والوں سے پوچھنے کا تاکیدی حکم موجود ہے۔ آگاہ رہے کہ اس ذیل میں مسئول عنہ کی علمی حیثیت اور اس کی شخصی وجاہت کی بہت اہمیت ہے، پس اگر شرعی مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہو تو اسے عالمِ ربانی سے ہی معلوم کرنا چاہیے اور اگر طریقت کے کسی مسئلہ کی حقیقت دریافت کرنی ہو تو کسی عارف کامل مرشدِ حقیقی سے رجوع کرنا چاہیے اور یہ بدیہی بات ہے کہ ریاضی کا سوال کوئی ریاضی دان ہی حل کر سکتا ہے، فلکیات سے متعلق اشکال کا حل ماہر فلکیات سے ہی ممکن ہے اور اگر کسی شہر کا راستہ پوچھنا ہو یا کسی انسان کا پتہ دریافت کرنا ہو تو وہ کسی واقف کار سے ہی ہونا ممکن ہے۔

اجتہاد کی اہمیت کا ثبوت ہمیں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے فراہم ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو مصر کا والی بنا کر بھیجا تو محاکمہ کرنے کا طریقہ پوچھا۔ معاذ نے عرض کیا کہ میں قرآن وسنت سے تحقیق کروں گا۔

اس حقیقت کی قرآنی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله

"تم لوگوں کے واسطے بہترین امت ہو، نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس آیت کریمہ کی رو سے سیرتِ نبویؐ سے اخذ کردہ مندرجہ بالا

حقیقت کا اطلاق جملہ امت پر ہوتا ہے۔

بایں ہمہ تعلیمات نور بخشیہ کے مطابق اجتہاد کے ادنیٰ درجے میں بھی ان امور کی پاسداری کی جاتی ہے۔

۱۔ تعظیم لامر اللہ

۲۔ شفقت لخلق اللہ

لہٰذا اس نازک معاملے میں عام آدمی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ عام آدمی بہر صورت کسی راسخ العلم فقیہ اور کامل عارف سے رجوع کر کے ہی اخذِ علم کی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو سکتا ہے۔

ہر صاحبِ تمیز کے لیے امام محمد نور بخش قدس سرہ کا یہ حکم عام ہے:

وان لا یجتری فیما لا یجتمع علیه الامة الاسلامية و فیما لا یعرف حقیقته بالیقین بل یرجع فی تحقیقه الی عالم ربانی عامل صمدانی متخلق بالاخلاق الحمیدة متبری عن الاخلاق الذمیمة لا جاهل نفسانی عاطل غضبانی متقید بتقلید القشرية تعصب بتقلید الرسمية (الفقه الاحوط باب امر بالمعروف و نهی عن المنکر)

"اور وہ کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں رائے زنی کی جسارت نہ کرے جس پر امت اسلامیہ کا اتفاق نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں لب کشائی کی جسارت کرے جس کی حقیقت کو وہ یقینی طور پر نہ پہچان سکتا ہو بلکہ وہ ایسے معاملے کی تحقیق میں کسی ایسی شخصیت کی طرف رجوع کرے جو:

۱۔ عالم ربانی ہو۔

۲۔ عامل صمدانی ہو۔

۳۔ اخلاق حمیدہ کا حامل ہو۔

۴۔ تمام اخلاق ذمیمہ سے مبرا ہو۔

۵۔ نفسانی رجحانات کا شکار نہ ہو۔

۶۔ کام چور غضبانی نہ ہو۔

۷۔ ظاہری احوال کی قید میں بند نہ ہو۔

۸۔ رسمی تقلید کرنے کی وجہ سے تعصب کا شکار نہ ہو۔

(جاری ہے)

نوائے صوفیہ

محمد حنیف حنیفؔ

دل کی ہے دھڑکن نوائے صوفیہ
پیار کا بندھن نوائے صوفیہ
مہر و الفت اور وحدت کا نقیب
امن کی دلہن نوائے صوفیہ
مسلمینِ اہلِ عالم کے لیے
کوکبِ روشن نوائے صوفیہ
سالکوں کی خوشہ چینی کے لیے
قیمتی خرمن نوائے صوفیہ
حاسدانِ تیرہ باطن کے لیے
گور اور مدفن نوائے صوفیہ
بلبلوں کے چہچہانے کے لیے
اک حسیں گلشن نوائے صوفیہ
یہ رسالہ تا ابد جاری رہے
سب کا ہے مامن نوائے صوفیہ
کر دعا تُو اس کے حق میں اے حنیفؔ
ہے ترا تن من نوائے صوفیہ

ادبِ تصوف (گزشتہ سے پیوستہ)

رسالہ نوربخشیہ

تصنیف: شیخ علاؤالدین نوربخش

تحقیق و ترجمہ: غلام حسن نوربخش

تعارف:

یہ آٹھ مختصر ابواب پر مشتمل مختصر سا رسالہ ہے۔ اسے مولانا علاؤالدین نوربخش نامی بزرگ نے قلمبند کیا ہے۔ مصنف کو اس کتاب کی تحریر کی تحریک شیخ اسحاق ملتانیؒ سے ملی ہے جن کا تعلق ملتان سے ہے اور جو پہلے خواجہ اسحاق ختلانیؒ کے مرید تھے اور بعد میں میر سید محمد نوربخشؒ کے مرید ہوئے اور میرؒ نے انھیں ملتان اور سندھ میں دینِ اسلام اور مسلکِ نوربخشیہ کی ترویج و اشاعت پر مامور فرمایا۔ شیخ صاحب کا تذکرہ میر سید محمد نوربخشؒ نے اپنی منظوم تصنیف "صحیفۃ الاولیاء" میں فرمایا ہے اور انہی کا ایک واقعہ میر سید محمد نوربخشؒ نے اپنی ایک اور تصنیف "معاش السالکین" میں بھی نقل فرمایا ہے جس سے شیخ صاحب کی روحانی قدر و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مولانا علاؤالدین کے حالات کا ہمیں علم نہیں ہے۔ سید محمد نوربخشؒ کے مریدوں میں اس نام کی کوئی شخصیت موجود نہیں ہے۔ غالباً یہ کسی مرید کا لقب ہوگا اس بات پر علاؤالدین کے الفاظ قرینہ ہیں۔

رسالے میں سید محمد نوربخشؒ کے ذکرِ خیر کے بعد خلد اللہ ظلال ارشادہ و ھدایتہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ نوربخشؒ کی زندگی میں ہی لکھا گیا ہے۔

یہ رسالہ "سبع الشانی" نامی کتاب کے حاشیے پر شائع ہوا ہے۔ "سبع الشانی" کے حاشیے پر کئی رسالے شائع ہوئے ہیں جن میں سے تین رسالوں کا نام "نوربخشیہ" ہے۔ ان میں سے پہلا زیرِ نظر رسالہ ہے، دوسرا رسالہ جو "نوربخشیہ" کے عنوان سے آیا ہے دراصل بہاؤالدین حسن بن فیض بخش کی "ہدایۃ الخیر" کے چالیس احادیث میں سے بیسویں حدیث اور اس کی تشریح پر مبنی ہے۔ تیسرا رسالہ جو "نوربخشیہ" کے زیرِ عنوان ہے میر سید محمد نوربخشؒ کا رسالہ "نوریہ" ہے۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ یہ رسالہ آٹھ چھوٹے چھوٹے ابواب پر مشتمل ہے۔ تمام ابواب ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور متعدد صوفیانہ اصطلاحات کی توضیح و تشریح دلنشیں انداز میں کی گئی ہے۔ آیات و احادیث کے ساتھ ساتھ فارسی اشعار سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس رسالے کا ترجمہ نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔

متن رسالہ "نوربخشیہ"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ حمد الشاکرین و صلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ الطاہرین اما بعد برادرِ حقیقی قدوۃ الراشدین زبدۃ الواصلین، افتخار الکاشفین، مست بادۂ سبحانی شیخ اسحٰق ملتانی ادام اللہ برکات تجلیاتہ و حالاتہ نے جو اس زمانے کے بزرگ اولیاء میں سے ہیں اور تمام معنوی مراتب و مقامات کو مکرر مشاہدہ فرما چکے ہیں، اس فقیر سے اس طائفہ (صوفیہ) کے احوال

اصطلاحات کے متعلق چند اسرار بیان کرنے کی فرمائش کی۔
اگرچہ یہ فقیر اس قسم کی کوئی بات پیش کرنے پر مامور نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن دنیا بے اعتبار ہے اور موصوف نے مکہ مکرمہ کا عزم کیا ہوا ہے چنانچہ ان کے التماس پر عمل کرتے ہوئے مجمل اور مختصر طور پر یہ چند اوراق لکھے گئے ہیں۔ اس میں آٹھ ابواب ہیں:

باب اول: سالکین اور ان کے مراتب کے فرق کا بیان
باب دوم: اطوار و انوار کا بیان
باب سوم: عوالم کلیہ کا بیان
باب چہارم: سالکوں کی سیر روحانی کا بیان
باب پنجم: رویا، مکاشفات، مشاہدات اور معائنات کا بیان
باب ششم: مراتب تجلیات کا بیان
باب ہفتم: عالم مثال اور اس کی حقیقت کا بیان
باب ہشتم: لباس سیاہ کی کیفیت

سالکین اور ان کے مراتب کا فرق:

برادرم اللہ تمہاری مدد فرمائے (آمین) جان لے کہ حدیث نبویؐ

الطریق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق

"اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے والے راستے مخلوق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں۔"

کے تحت حضرت صمدیت کی جانب بے حساب راستے ہیں لیکن ان راستوں میں سب سے پسندیدہ راستہ ریاضت کرنے والے سالکین کا سخت راستہ ہے۔

ان سالکین کے مراتب اور مدارج مختلف ہیں اور اس ضمن میں فقر، کشف، حقائق اور اطوار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

فقیر وہ ہے جسے کشف، توحید کے حقائق اور اطوار قلب حاصل ہوں۔

فقیر کامل وہ ہے جسے ان تینوں میں کمال حاصل ہو یعنی کشف میں کمال مرتبہ، حق الیقین میں کمال مرتبہ اور اطوار غیب الغیوب میں کمال مرتبہ۔

فقیر کامل مکمل (دوسروں کو کمال تک پہنچانے والا) وہ ہے جو دوسروں کو ان مراتب تک پہنچا سکتا ہو۔ اس زمانے کے کامل سالکوں کی ایک بڑی جماعت ولی الاولیاء، برہان الاصفیاء، کمالات اولین و آخرین کا مجموعہ حضرت نور بخشؒ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت و ارشاد کا سایہ تادیر قائم رکھے (آمین) کے سلسلے میں کمال تک پہنچی ہے۔

چونکہ سالکوں کی روش میں فرق ہے اس لیے ان میں سے بعض صرف کچھ مقدار کے مکاشف ہیں۔ یہ اطفال طریقت ہیں کیونکہ بچے کے لیے گویائی اور دانائی پر بینائی مقدم ہوتی ہے۔

بعض گروہ ایک حد تک مکاشف اور محقق ہیں اور وہ عدم یا عدم معیت کی مناسب سے درجہ کمال پر فائز نہیں ہوتے۔

دو گروہ ہر جگہ نادر واقع ہوئے ہیں لیکن کشف، حقائق اور اطوار میں کمال حضرت نور بخشؒ کے سلسلے کے سوا دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا اور یہ گروہ افراد اور اقطاب ہیں۔

این طائفه اند اهلِ تحقیق
باقی همه خویشتن پرستند
فانی ز خود بدوست باقی
این طائفه نیستند که هستند

"صرف یہ گروہ اہل تحقیق ہے باقی سب خود پرست اور خود غرض لوگ ہیں۔
یہ گروہ اپنے دوست حق تعالیٰ سے باقی اور خود سے فانی ہیں۔ اس طرح وہ فانی بھی ہیں اور باقی بھی۔"

(جاری ہے)

فکر و نظر

مقالہ نگاری کے لوازمات

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

۱۔ موضوع کا انتخاب :

اچھی مقالہ نگاری کا پہلا سنگ میل موضوع کا انتخاب ہے۔ موضوع کے انتخاب میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ موضوع نیا ہو اور اہم ہو۔ جس موضوع پر اس سے پہلے تحقیق نہ ہوئی ہو زیادہ موزوں ہے اگر تحقیق ہوئی ہے تو بہتر ہے کہ کم تحقیق ہوئی ہو اور اگر معتدبہ تحقیق ہو چکی ہے تو مقالہ نگار کے سامنے اس موضوع کا کوئی ایسا اچھوتا پہلو ہو جس پر نئی بات کہی جا سکے یا کسی مسئلے میں وہ اپنا نیا نقطہ نظر پیش کرنا چاہتا ہو یا کسی پرانے نقطہ نظر کی تردید یا اصلاح کرنا چاہتا ہو۔(۱)

۲۔ موضوع کا دائرہ اتنا وسیع نہ ہو کہ معینہ مدت کے اندر کام کی تکمیل ممکن نہ ہو۔

۳۔ موضوع کے اوپر کافی مواد قابل حصول ہو۔ اگر مواد بہت کم دستیاب ہو تو تحقیق کا حق ادا نہ ہو گا اور اگر مواد بہت زیادہ ہو تو اس کو سمیٹنا مشکل ہو جائے گا۔(۳)

۴۔ موضوع تحقیق محقق کی دلچسپی اور ذہنی رجحان کے مطابق ہونا چاہیے۔(۴)

۵۔ موضوع ایسا ہو جس پر اٹھنے والے اخراجات محقق کی استطاعت سے باہر نہ ہوں۔ اس غرض سے اخراجات کا تخمینہ قبل از وقت ہی لگا چاہیے۔(۵)

۶۔ موضوع تحقیق کے انتخاب میں اپنی صلاحیتوں کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

۷۔ ایسا موضوع مناسب نہیں جس پر آزادی سے لکھنا ضرر رساں ہو اور کسی خوف کے باعث راست گفتاری ممکن نہ ہو۔(۶)

۸۔ موضوع صرف مقالہ نگاری کے لیے دلچسپ نہ ہو بلکہ قارئین کے لیے بھی اس میں کے لیے بھی تازگی اور ندرت کا سامان ہو تاکہ وہ بھی اس تحقیق کے ثمر سے نفع اندوز ہوں۔

۹۔ موضوع کی حد بندی کی جائے یعنی موضوع غیر معین طور پر وسیع ہمہ گیر اور عام نوعیت کا نہ ہو۔ مثلاً تاریخ ادب کا موضوع ہے تو ایک خاص صنف ادب کے ایک مخصوص دور کا تعین کیا جائے۔(۶)

۱۰۔ موضوع ایسا ہو کہ اس پر کام کرتے ہوئے طالب علم نہ صرف تحقیق کی مبادیات سیکھے بلکہ اس کا ذہنی افق بھی وسیع ہو سکے۔ محض اعداد و شمار جمع کرنے کی بجائے کسی ذہنی مسئلے پر تحقیق زیادہ مفید ہے۔ (۷)

۲۔ اچھے مقالے کے مقالہ نگار کی بنیادی خصوصیات :

ایک اچھا مقالہ لکھنے کے لیے خود مقالہ نگار کے اندر کئی مخصوص خوبیاں ہونی چاہئیں۔ ایف ایل ونی کے نزدیک ایک اچھے محقق اور مقالہ نگار میں درج ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں۔

۱۔ قوت استدلال : مسائل کو استخراجی اور استقرائی دونوں طریقوں سے حل کرنے کی صلاحیت

۲۔ جدت : قوت اختراع، ذکاوت، منظم اقدام اور معقول افکار کی زرخیزی۔

مطالعہ، ادبی اور فلسفیانہ تحریریں، میکانکی ریکارڈ، تصویری ریکارڈ، زبانی روایات، ملفوظات اور تذکرے اور متفرق مواد سے فائدہ اٹھانا ہو گا۔(۱۴)

دستاویزات کی فراہمی کے بعد ان کی تنقید کرنا ہو گی جس میں خارجی جانچ پرکھ اور داخلی جانچ پرکھ دونوں شامل ہیں۔ دونوں صورتوں میں ایک اچھے مقالہ نگار کو نہایت حزم و احتیاط کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔

مقالہ نگار کو مطالعہ احوال کے ذریعے نفسیاتی تجزیے کی بھی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

اگرچہ ادبی تحقیق میں دستاویزی طریقہ زیادہ موثر ہے لیکن اچھے مقالے کے لیے سروے کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے جس میں سوال نامہ اور انٹرویو بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

مقالہ نگار بنیادی اور ثانوی ماخذ دونوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن بہتر ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ بنیادی ماخذ کو ہی استعمال کرے کیونکہ یہ ثانوی ماخذ کی نسبت زیادہ معتبر ہوتے ہیں۔ سند و اعتبار کے لحاظ سے حوالے تین قسم کے ہوتے ہیں مستند یا معتبر، غیر مستند یا غیر معتبر اور مشکوک۔ استدلال کی حد تک مشکوک اور غیر معتبر کو ایک ہی درجے میں رکھا جائے گا چنانچہ غیر معتبر اور مشکوک حوالے دونوں استدلال کے کام نہیں آسکیں گے۔(۱۵) صرف معتبر اور مستند حوالے ہی اچھی مقالہ نگاری اور تحقیق کی بنیادی ضرورت سمجھی جائے گی۔

مقالہ نگار اور محقق کو مواد کی فراہمی اور مقالے کی تیاری کے عمل میں تمام ممکنہ داخلی اور خارجی شواہد بروئے کار لانے ہوں گے۔ داخلی شہادت کا مواد مصنف یا شاعر کی اپنی تخلیقات سے حاصل ہوتا ہے۔ اچھا مقالہ نگار یہاں بھی احتیاط کا دامن تھامے رکھتا ہے اور اصلی اور الحاقی کلام میں تمیز و تفریق کرتا ہے اور صوت و آہنگ کو خوب پہچانتا ہے۔ خارجی شواہد میں تذکروں، تاریخوں کے علاوہ اخبار و رسائل بھی شامل ہیں۔ زیر تحقیق ادیب و شاعر کے موطن و اسفار سے وغیرہ کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔(۱۶)

۴۔ مقالے کی تسوید و پیش کش کے عملی تقاضے:

تمام ممکن الحصول ذرائع سے بہترین اور اہم ترین مواد جمع ہو جائے تو مقالے کی تسوید اور پیش کش کا اگلا اہم مرحلہ پیش آتا ہے۔ مطالعہ کے دوران مقالہ نگار تمام ضروری مواد کو چھوٹے چھوٹے نوٹس کی شکل میں جمع کرتا رہتا ہے۔ یہ نوٹس عموماً متفرق کاغذوں پر ہوتے ہیں۔ مطالعہ ختم ہونے کے بعد ہی مقالے کا تحریری کام شروع ہو جاتا ہے۔ اس مرحلے پر محقق کے لیے متعلق و غیر متعلق مواد کا طلب انتخاب اور چھان پھٹک کے بغیر جمع کرنے کی بجائے نتائج کا اخذ کرنا ضروری ہے۔(۱۶) یہ چھان پھٹک اپنے پہلے سے قائم کردہ مفروضات کی روشنی میں ہو سکتی ہے لیکن یہاں تعصب، تنگ نظری اور غرض مندی کو دخل نہیں ہونا چاہیے۔ چونکہ تحقیق و تنقید سنجیدہ علمی مشاغل ہیں، تحقیقی اور تنقیدی مقالے لکھتے وقت مقالہ نگار کو افسانوی ادب مثلاً افسانہ یا انشائیہ سے ہٹ کر اسلوب اختیار کرنا ہوتا ہے اور چند خاص اصولوں کی پاسداری کرنا ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ محقق مقالہ نگاری کو اپنے تبحر علمی کا مظاہرہ کرنے کا ذریعہ نہ بنائے اور یوں علمیت جتلانے کے لیے غیر معمولی لیکن غیر متعلقہ حوالوں اور انکشافات کے اندراج سے گریز کرے۔

۲۔ مقالہ براہ راست اپنے موضوع سے شروع ہو نہ یہ کہ تخلیق کائنات، تخلیق آدم، تاریخ انسانی اور ارتقائے تہذیب کے سارے عمل کو بطور پس منظر پیش کرنے کے بعد افتاں و خیزاں اپنے موضوع تک پہنچے اور پھر موضوع کا حق ادا کیے بغیر سرسری سی تحقیق و تنقید کے بعد اسے سمیٹ لیا جائے۔

۳۔ مقالے کے حجم کے سلسلے میں اگرچہ کوئی مقررہ اصول اور ضابطہ

نہیں ہے اور یہ موضوع کی نوعیت کے اعتبار سے کم یا زیادہ ہو سکتا ہے لیکن شعوری طور پر بات کو طول دینے کی بجائے اختصار سے کام لینا بہتر ہے۔ پروفیسر عبدالستار دلوی نے بے جا طولِ کلام کا باعث بننے والے مندرجہ ذیل اسباب کی نشاندہی کی جن سے بچنا بہتر ہے۔

ا۔ زیادہ اور طویل حوالے پیش کرنا۔

۲۔ حوالے کی کتابوں کے زیادہ سے زیادہ اقتباسات پیش کرنا۔

۳۔ علماء کے اقوال اور آرا کو طویل شکل میں پیش کرنا۔

۴۔ سارے جمع شدہ مواد کو کسی نہ کسی شکل میں مقالے میں نمائندگی دینا۔

۵۔ تاریخی اور معاشرتی حالات کی طویل تفصیلات جمع کر دینا۔

۶۔ ضروری تجزیہ کیے بغیر ادبی اصولوں یا مکاتیب فکر کے متعلق تفصیلی بیان پیش کرنا۔

اس ضمن میں پروفیسر صاحب موصوف نے درج ذیل مفید مشورے بھی دیے ہیں:

ا۔ طویل حوالے دینے کی بجائے اپنے الفاظ میں ان کا خلاصہ پیش کر دیا جائے اور ماخذ کی کتاب کا نام صفحے کے آخر میں نیچے کی جانب دے دیا جائے۔

۲۔ طویل حوالوں کی بجائے جدولوں، خطی تصاویر، گراف یا اعداد و شمار کے طریقے استعمال کیے جائیں۔ (ادبی تحقیق میں یہ طریقے چنداں مؤثر نہیں ہیں۔)

۳۔ عصر حاضر کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے دیگر بیرونی شہادتوں کی بجائے ادب کی اندرونی شہادتوں سے زیادہ مدد لی جائے۔

۴۔ کتابوں، رسالوں یا حوالہ جات کا اختصار وہیں پیش کیا جائے جہاں ضروری ہو۔(۱۸)

ایک تحقیقی مقالے میں عام طور پر چار قسم کے بیانات پائے جاتے ہیں۔

ا۔ حقائق کا بیان۔

۲۔ بنیادی مفروضات۔

۳۔ ذمہ داران شعبہ کی رائے۔

۴۔ محقق کی خود اپنی رائے۔(۱۹)

اچھے محقق اور مقالہ نگار کو چاہیے کہ حقائق کا دیانتدارانہ اظہار معتبر حوالوں کے ساتھ کرے۔ کسی کے قول یا رائے کے بجائے حقائق کو ہی قابل اعتنا سمجھے۔ ذاتی رائے زنی سے حتی الامکان گریز کرے اور خاص کر ذاتی "تاثرات" کو ہرگز جگہ نہ دے۔ اچھا مقالہ نگار مقالہ لکھتے وقت اپنے ممکنہ قاری کو بھی ذہن میں رکھتا ہے۔ ایک ادبی مقالے کے نقائص میں بغیر دلائل و شواہد کے بیان دینا، بیانات میں بے ربطی، دلائل و مواد کی ناقص تنظیم اور قاری کو مقالے کی تیاری کے طریق کار سے باخبر نہ کرنا ہے، جن سے بچنے کی شعوری کوشش اچھے مقالہ نگار کے لیے ضروری ہے۔

قاضی عبدالودود نے اپنے مضمون اصول تحقیق میں بعض اہم اصولوں کی نشاندہی کی ہے جن کو پیش نظر رکھنا اچھے مقالہ نگار کے لیے ضروری ہے:

ا۔ ہر بات یکساں اہمیت نہیں رکھتی۔ محقق کو اہم اور غیر اہم بات کا فرق معلوم ہونا چاہیے بعض اوقات کوئی بات جو محض جزوی معلوم ہو غیر معمولی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

۲۔ محقق مقالہ نگار کو خطابت سے احتراز واجب ہے اور استعارہ و تشبیہ کا استعمال صرف توضیح کے لیے کرنا چاہیے آرائش گفتار سے غرض نہیں۔ ..... مبالغہ کو تحقیق کے لیے سم قاتل سمجھنا چاہیے۔

۳۔ اگر کوئی کتاب مصنف کی زندگی میں کئی بار چھپی ہو تو اس کی صحیح شکل وہ ہے جو آخری بار چھپی ہے۔

۴۔ کتابوں کے قلمی نسخوں میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۵۔ حافظہ دھوکا دیتا ہے اگرچہ بعض معاملات میں اس پر بھروسہ کیے بغیر چارہ نہیں ہے لیکن حتی الامکان معلومات کو حوالہ جات کے ساتھ نوٹس کی شکل میں محفوظ کر لینا چاہیے۔

۶۔ اچھے محقق اور مقالہ نگار کا فن تاریخ گوئی سے واقفیت لازمی

۳۔ حافظہ: حقائق کا وسیع، منطقی، کار آمد اور فوری انعکاس۔

۴۔ چستی: تیز اور اثر پذیر مشاہدہ، فکر اور احساس۔

۵۔ صحت: بچا تلا، تیز، متناسب اور قابلِ اعتبار مشاہدہ، فکر اور احساس۔

۶۔ کاوش: قوتِ ارتکاز، مسلسل توجہ، استقلال اور بااصول کوشش۔

۷۔ اشتراک: ذہنی رفاقت اور مل کر کام کرنے اور راہ نمائی کی صلاحیت۔

۸۔ اخلاقی رجحان: ذہنی ریاضت، صحت مند اخلاقی معیار، مطمحِ نظر اور اثرات۔

۹۔ تندرستی: عضلاتی استحکام، جسمانی ساخت قوتِ حیات اور قوت برداشت۔

۱۰۔ تحقیق کے لیے شوق اور سرگرمی: طبع زاد اور تخلیقی کام سے گہری دلچسپی اور اس کی خواہش۔ (۸)

پروفیسر عبدالستار دلوی اچھے محقق کے لیے درج ذیل ذہنی قویٰ کو ضروری سمجھتے ہیں۔

قوتِ استدلال، قوتِ حافظہ، مراقبہ، ذہنی صداقت، شوق اور حوصلہ، تجسس، رجحان اور خود اعتمادی (۹)

یہ حقیقت ہے کہ اچھا مقالہ لکھنے کے لیے سب سے بنیادی شرط اچھا مقالہ نگار ہی ہے۔ چنانچہ تحقیق اور مقالہ نگاری کا بیڑا انھی لوگوں کو اٹھانا چاہیے جو:

۱۔ اس کام کے لیے فطری رجحان (aptitude) رکھتے ہوں۔

۲۔ اپنے مقصد سے لگن (commitment) رکھتے ہوں۔

۳۔ سخت محنت کرنے کے عادی ہوں۔

۴۔ حق بین اور حق گو ہوں اور اخلاقی جرأت کے حامل ہوں کہ حق گوئی اور بیباکی کو اپنا شیوۂ حیات بنا سکیں۔

۵۔ تعصب اور تنگ نظری سے بالا اور مبرا ہوں۔

۶۔ ذاتی غرض سے بے نیاز ہوں اور محض اعلیٰ علمی روایات کی پاسداری کو اپنا مطمحِ نظر سمجھتے ہوں۔

۷۔ وسیع مطالعہ کے حامل ہوں۔ ادبی مقالہ نگار کو دیگر تمام سماجی علوم مثلاً فلسفہ، نفسیات، بشریات، عمرانیات، معاشیات، تاریخ، لسانیات، مذہب و تصوف نیز طبعی سائنس (natural sciences) سے بھی شناسائی ہونی چاہیے۔

۸۔ اپنی زبان کے علاوہ کم از کم ایک اور زبان جانتا ہو۔ اردو کے محقق کے لیے کم از کم فارسی اور انگریزی پر عبور ہونا لازمی اور عربی، فرانسیسی، ہندی اور دیگر عالمی زبانوں سے واقفیت مستحسن متصور ہوگی۔

اگرچہ اچھے مقالہ نگار کی بنیادی خصوصیات میں سے بعض صلاحیتیں خداداد ہوا کرتی ہیں لیکن بعض صلاحیتیں اکتسابی طور پر بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً وسیع مطالعہ سے اپنے ذہنی افق کو وسعت دینا اور زبانوں پر عبور حاصل کرنا ذاتی کاوش سے ممکن ہے۔

۳۔ مواد کی فراہمی، مطالعہ اور تیاری کے تقاضے:

موضوع کے مناسب انتخاب کے بعد اگلا اہم مرحلہ مواد کی فراہمی اور مقالے کی تیاری کے لیے مطالعہ، سفر اور انٹرویو وغیرہ کا ہے۔ ایک اچھا مقالہ لکھنے کے لیے اس مرحلے پر بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔

Research and Report Writing کے مصنفین نے مواد کی فراہمی اور مقالے کی تکمیل تک کے درج ذیل مراحل کی نشاندہی کی ہے۔

الف: مواد کی تلاش:

۱۔ موضوع کا انتخاب

۲۔ پس منظری مطالعہ

۳۔ عارضی فہرست ماخذ تیار کرنا

۴۔ عارضی خاکہ

۵۔ پڑھنا اور نوٹ لینا

۶۔ نوٹوں کو ترتیب دینا۔

ب: مقالہ لکھنا:

۱۔ جمع کیے ہوئے مواد کا تنقیدی تجزیہ۔

۲۔ آخری خاکہ تیار کرنا۔

۳۔ نظر ثانی۔

۴۔ آخری فہرست ماخذ تیار کرنا۔

۵۔ آخری مسودہ (۱۰)

اس فہرست میں سے ہم موضوع کے انتخاب کے تقاضوں پر پہلے گفتگو کر چکے ہیں جبکہ مقالہ لکھنے کے اصل مراحل کے بارے میں آگے چل کر بات ہو گی۔ ذیل میں ہم تیاری کے دیگر مراحل کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

ایک اچھا مقالہ لکھنے کے لیے موضوع کا وسیع پس منظری مطالعہ لابدی ہے۔ مقالہ نگار کو زیرِ تحقیق موضوع کا وسیع مطالعہ کرنا ہو گا اور اس موضوع پر اس سے قبل جو کام ہو چکا ہے اس کی مکمل کتابیات کی فہرست بنانی ہو گی۔ پھر ان ماخذ کے مطالعے کے دوران متعلقہ مواد کے نوٹس لینا ہوں گے۔ یہ نوٹس احتیاط سے مرتب کیے جائیں گے کہ ان میں غیر ضروری مواد داخل نہ ہو۔ اگر ایسا مواد داخل ہو جائے تو تسوید کے مرحلے پر ایسے مواد کو خارج کر دیا جائے گا۔ زیرِ بحث موضوع کے وسیع اور مکمل مطالعے کے علاوہ اس موضوع سے متعلقہ دیگر علوم و فنون کا مطالعہ مقالہ نگار کے نقطۂ نظر میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرے گا۔ مربوط اور منضبط مطالعے کے لیے درج ذیل اصولوں پر عمل مفید ہو گا۔

۱۔ اصل موضوع یا متعلقہ موضوعات کا تجزیہ۔

۲۔ مطالعے کی حدود اور دائرہ عمل کا تعین۔

۳۔ موضوع کی تفصیلات:

(الف) تاریخی پس منظر، قریب یا بعید

(ب) گذشتہ تحقیق اور متعلقہ مطالعے کی تفصیل

(ج) گذشتہ مطالعے کا تجزیہ

(د) مجوزہ طریقہ تحقیق

(ہ) ممکنہ نتائج (۱۱)

موضوع کے انتخاب اور پس منظری مطالعے کے بعد اگلا مرحلہ مواد کی فراہمی کا ہے۔ مواد کی اقسام میں انفرادی مواد یعنی ماضی کے مفروضات، محقق کی اپنی دلچسپیاں، رجحانات اور اثرات وغیرہ، معروضی مواد یعنی تجزیے کی بنیاد پر جمع کیے گئے مجموعی وسائل، حلقہ جاتی مواد اور صفاتی مواد شامل ہیں۔ اچھے مقالہ نگار کو اپنے موضوع کے متعلق کتابیات کی ایک جامع فہرست تیار کرنا ہو گی۔ حصول مواد کا اہم ترین ذریعہ لائبریری ہے، جہاں سے دستاویزات، اصل قلمی نقول اور دستی تحریروں کی نقول، ایسی کتابیں جن میں موضوع سے متعلق اقوال یا نقطہ ہائے نظر پیش کیے گئے ہوں، تحقیقی اسناد کے لیے پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالات کی مصدقہ نقول، حوالے کی کتابیں، نایاب کتابوں کی فوٹو اسٹیٹ نقول اور دیگر ملا جلا مواد دستیاب ہو سکتا ہے۔ (۱۲)

لائبریری کی اہمیت کے پیش نظر ماخذوں کے تعین کے لیے مقالہ نگار کو سب سے پہلے اس فن کی تمام کتابوں سے واقفیت بہم پہنچانی ہو گی جو موضوع سے متعلق ہوں۔ اس مقصد کے لیے ان تمام کتب خانوں کی فہرستوں کا مطالعہ کرنا ہو گا جن تک رسائی ممکن ہو۔ کتاب خانوں کے علاوہ اپنے راہ نما کی معلومات سے بھی استفادہ کرنا ضروری ہے۔ دو ذرائع خاص طور پر اہمیت رکھتے ہیں ایک تو ان مخطوطات اور مطبوعات کی مطبوعہ فہرستیں جو یورپ کے اکثر اور ایشیاء کے بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ دوسرے ماخذوں کے وہ حوالے جو کسی انسائیکلوپیڈیا میں ہر مضمون کے آخر میں درج ہوتے ہیں۔ (۱۳)

اگر مقالہ نگار دستاویزی تحقیق کے عمل میں مصروف ہو تو اسے سرکاری ریکارڈ، اخبارات، رسائل اور پمفلٹ، واقعات کی عینی شہادت، خطوط اور ذاتی ڈائریاں، سوانح عمریاں، آپ بیتیاں اور یادداشتیں، تاریخی تحریریں اور مطالعے، ماضی میں کیا گیا وضاحتی

میں حل کیا گیا ہے ان کا ذکر ہوتا ہے۔

گزشتہ کاموں کا جائزہ:

زیر بحث موضوع پر پہلے کیے جانے والے کاموں کا ایک جائزہ پیش کر دیا جاتا ہے۔ اس جائزے کو ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تجزیہ کاری اور تبصرہ نگاری کی گنجائش ہوتی ہے۔ چونکہ یہ حصہ تفصیل پسند ہوتا ہے اس لیے شعوری اختصار اختیار کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

مسئلے کے حل کا بیان:

یہ مقررہ منصوبہ بندی کا آخری حصہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ تحقیقی عمل کے مقصد کی بھی وضاحت کر دی جاتی ہے۔

تشکیل ابواب:

مقالے کا مرکزی حصہ مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جن میں مواد اور دلائل کے مختلف مراحل پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر کسی شاعر پر تحقیق مطلوب ہو تو اس کے دور، شخصیت اور تخلیقات کے مختلف ابواب بنائے جا سکتے ہیں۔ ابواب کی ترتیب موضوع کے مطابق ہونی چاہیے اس میں ایک منطقی ارتقاء اور داخلی تنظیم کی موجودگی ضروری ہے۔ ابواب کے درمیان ایک ربط ہونا چاہیے اور ہر باب کو گزشتہ باب سے تحریک ملنی چاہیے اور آئندہ باب کے لیے محرک ہونا چاہیے۔

مقالے کا آخری حصہ:

نتائج کا تعین:

مقالے کے اس آخری حصے میں سارے مطالعے کے اہم شعبوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس حصے کی تحریر نہایت احتیاط کا تقاضا کرتی ہے۔ نتائج کی تعداد اگر زیادہ ہے تو ان کی درجہ بندی ہونی چاہیے۔ نتائج کے درمیان باہمی ربط ہونا چاہیے۔ کوئی ایسا نتیجہ پیش نہیں کرنا چاہیے جس کے متعلق مقالے کے اندر تجزیہ موجود نہ ہو۔ نتائج ٹھوس اور حتی الامکان درست ہونے چاہئیں جنھیں مقالہ نگار خود اعتمادی کے ساتھ پیش کر سکے۔

یہ حصہ گویا سارے مقالے کا خلاصہ اور نچوڑ ہوتا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ پیش کردہ مقالے نے کیا ثابت کیا ہے۔

معیاری مقالہ: تشکیل بہ اعتبار تحریر:

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے ایک معیاری مقالے کا بنیادی حصہ مختلف ابواب پر مشتمل ہوتا ہے جن کے لیے عنوانات قائم کیے جاتے ہیں۔ عنوان کو صفحے کے اوپر والے حصے سے دو تین انچ نیچے لکھا جانا چاہیے۔ اس کے بعد ٹائپ کی تین چار سطروں کا فاصلہ چھوڑ کر باب کا متن شروع کرنا چاہیے۔ باب کا آغاز طاق عدد والے صفحے سے ہونا چاہیے۔ ہر باب کے عنوان کے نیچے متن کو ذیلی عنوانات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سارے عنوانات کی ترتیب اور مقام تحریر پورے مقالے میں یکساں ہونے چاہئیں۔ مواد کے دائیں بائیں ایک انچ کا فاصلہ چھوڑنا چاہیے۔ صفحے کی آخری سطر صفحے کے نیچے سرے سے ایک انچ اوپر ہو۔ باب کے عنوان والے صفحے پر صفحہ نمبر نہیں دیا جاتا بقیہ صفحات پر صفحہ نمبر صفحے کے دائیں کنارے پر اوپر کے حصے سے عام طور پر ایک انچ نیچے رہتا ہے۔ صفحہ نمبر دائیں سرے سے سوا ایک انچ اندر کی طرف ہوتا ہے۔ تمہیدی حصے کے صفحات کا نمبر الفاظ میں یعنی ایک، دو، تین ہونا چاہیے جبکہ باقی صفحات پر اعداد میں یعنی ۱، ۲، ۳ کی شکل میں صفحہ نمبر درج ہونا چاہیے۔ باب والے صفحے پر صفحہ نمبر نہ دینے کے باوجود اسے شمار میں لایا جاتا ہے۔ سرورق کو نہ تو شمار کیا جاتا ہے اور نہ اس پر صفحہ نمبر لکھا جاتا ہے۔ (۱۴)

۵۔ حوالہ نگاری، اچھے مقالے کی بنیادی ضرورت:

اگرچہ ذیلی اشارات، حوالہ جات و حواشی، ضمیمہ اور ماخذ کتب کی فہرست بھی ایک اچھے مقالے کے بنیادی اجزا میں شامل

ہیں لیکن اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس کے لیے ایک مستقل عنوان قائم کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ان اہم ترین اجزا پر علیحدہ علیحدہ اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ حوالہ جات اور کتابیات کی جامع فہرست کے بغیر کوئی مقالہ اچھا تحقیقی مقالہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ محض قصہ کہانی کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ اس لیے مستند حوالے مقالے کی جان سمجھے جاتے ہیں۔ حوالہ جات کے سند و اعتبار کے بارے میں پہلے ہی بات ہو چکی ہے اس لیے یہاں محض ان کے طریق اندراج کی صورتوں کی وضاحت کی جائے گی۔

ضمیمہ:

اردو مقالوں میں بھی ضمیمہ (appendix) پیش کرنے کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ ضمیمہ کے تحت وہ مواد پیش کیا جاتا ہے جو پیش کردہ مقالے سے متعلق اور اس کے لیے مفید ہوتا ہے لیکن مقالے کے متن میں اس کی شمولیت یا تو عبارات اور ابواب کی منطقی ترتیب اور تنظیم کو متاثر کرتی ہے یا غیر ضروری اور بے محل طوالت کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً کسی شاعر سے کیے گئے انٹرویو کو ضمیمے میں شامل کیا جاتا ہے۔ تصانیف کی مکمل فہرست اور تفصیل کو بھی ضمیمے کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔

ذیلی اشارات، حاشیہ اور حوالہ:

بعض بیانات اور مباحث کو جو متن کا منطقی حصہ نہیں بن سکتے ذیلی اشارات (foot notes) کی صورت میں درج کیا جاتا ہے۔ چونکہ تحقیقی مقالہ بڑی حد تک دوسرے مصنفین کی کتابوں اور تحریروں، دستاویزوں، روئدادوں وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے اس لیے حاشیہ میں ان کا اعتراف اچھے مقالہ نگار کا اخلاقی فرض ٹھہرتا ہے۔ فٹ نوٹ کے ذریعہ اس اخلاقی معیار کا ثبوت دینے کے علاوہ محقق کے استعمال کردہ مواد کے استناد کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے۔ جو بات متن میں کہی گئی ہے، فٹ نوٹ اور حواشی میں اس کی مزید وضاحت بھی ہو جاتی ہے البتہ معیاری مقالے میں فٹ نوٹ کو مختصر ہونا چاہیے۔

فٹ نوٹ یا حوالہ عموماً صفحہ کے آخر میں درج کیا جاتا ہے متن اور فٹ نوٹ کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لیے ایک لکیر کھینچ دی جاتی ہے۔ متن کے جن جن حصوں کے لیے فٹ نوٹ لکھے جاتے ہوں ان کی نمبر اندازی کی جاتی ہے اور اسی نمبر کے تحت لکیر کے نیچے فٹ نوٹ ترتیب وار درج کیے جاتے ہیں۔ عموماً ہر صفحہ کے لیے نئے سرے سے نمبر اندازی کی جاتی ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ پورے باب کے فٹ نوٹ کے نمبر مسلسل دیے جائیں اور سارے حوالے اور حاشیے باب کے اختتام پر درج کیے جائیں۔ حوالے درج کرنے کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے اس کی پابندی شروع سے آخر تک کی جانی چاہیے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلا حوالہ مکمل ہو اور اس میں مصنف کا نام، کتاب کا نام، ایڈیشن، مقام اشاعت، ناشر، سال اشاعت، جلد، باب صفحہ یا صفحات نمبر درج کیے جائیں۔ جیسے "محمد حسین آزاد، آب حیات، طبع یازدہم (لاہور، ۱۹۱۱ء)، ص ۱۰۱" جب اسی کتاب کا دوبارہ حوالہ دیا جائے تو یوں دے سکتے ہیں۔ "محمد حسین آزاد، آب حیات، ص: ۲۰۸" جب فوراً اسی کتاب کا دوبارہ حوالہ دینا ہو تو لکھا جائے۔ "ایضاً ص ۲۱۵" اور اگر اسی صفحہ کا دوبارہ حوالہ دینا ہو تو صرف ایضاً لکھا جائے۔

مرتبہ کتاب کا حوالہ، کتاب کے مقدمے کا حوالہ، جس کتاب پر مصنف یا مرتب کا نام نہ ہو اس کا حوالہ، کلاسیکی کتابوں کا حوالہ، انسائیکلو پیڈیا کے مضمون کا حوالہ، لغت کا حوالہ، روئداد کا حوالہ، خطوط، انٹرویو، سوالنامہ کا حوالہ اور ایک ہی مضمون کا دوسری بار حوالہ دینے کے مخصوص آداب ہیں جن کے ذکر سے خوف طوالت احتراز کیا جاتا ہے۔ (۲۵)

کتابیات:

کتابیات کی جامع اور مکمل فہرست کسی بھی معیاری مقالے کی جان ہے۔ اگر انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کے علمی ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہو تو کتابیات کی فہرست الگ الگ مرتب کی جانی

ہے۔(۲۰)

مقالہ نگار کا فرض ہے کہ جہاں جہاں سے اس نے استفادہ کیا ہے اس کا کھلے دل سے اعتراف کرے۔ اس سے اس کے کام کی اہمیت کم ہونے کی بجائے اور بڑھ جاتی ہے۔

مقالے کی تسوید کے دوران جن دیگر فنی امور کی پاسداری کرنے کی ضرورت ہے ان کی نشاندہی عبدالرزاق قریشی نے اپنے مضمون "مقالہ کی تسوید" میں کی ہے جس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ اچھا اسلوب بیان اختیار کیا جائے۔ اچھے اور مؤثر اسلوب بیان کے لیے محنت کی ضرورت ہے دنیا میں جتنے بڑے بڑے مصنف اور انشا پرداز ہوئے ہیں ان کا موضوع خواہ ادب رہا ہو یا فلسفہ، افسانہ رہا ہو یا تاریخ، ناول رہا ہو یا سوانح عمری سب نے اپنی تحریروں پر بار بار نظر ثانی کی ہے۔

۲۔ ایجاز واختصار سے کام لیا جائے کہ یہ مقالے کا اہم ترین وصف ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ ایجاز ابہام کا باعث نہ بنے۔ کیونکہ وضاحت بھی اچھے مقالے کی اہم ترین خوبیوں میں سے ہے۔

۳۔ لفظوں کا غیر ضروری استعمال انشاء پردازی پر برا اثر ڈالتا ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

۴۔ رائے قائم کرنے اور اس کے اظہار میں حد درجہ احتیاط برتی جائے۔

۵۔ مقالہ کو ابواب پر تقسیم کر دیا جائے۔

۶۔ عبارت میں پیراگراف ضرور بنائے جائیں۔

۷۔ اقتباس کی عبارت احتیاط سے نقل کی جائے اور اسے واوین "" میں رکھا جائے تاکہ وہ محقق کی عبارت سے نمایاں ہو سکے۔ اگر عبارت مختصر ہے اور تین چار سطروں پر مشتمل ہے تو اسے متن کے ساتھ اور متن کے قلم سے لکھا جانا چاہیے لیکن اگر اس سے طویل ہے تو اسے متن سے الگ لکھنا چاہیے۔ اس کا قلم متن کے قلم سے نمایاں طور پر مختلف ہو اور سطریں نسبتاً مختصر ہوں یعنی دائیں بائیں جگہ چھوٹی رہے۔

۸۔ اقتباس کی عبارت میں محذوف جملوں یا فقروں کا اظہار تین نقطے...... لگا کر کیا جائے۔ اگر جملہ یا پیراگراف کا آخری حصہ محذوف کرنا ہو تو چار نقطے...... لگائے جائیں۔ اگر کوئی اضافہ کرنا ہو تو وہ بریکٹ میں لکھا جائے اور اگر کوئی لفظ یا فقرہ قطعی طور پر ناقابل فہم ہو تو اس کے آگے قوسین میں (کذا) لکھ دیا جائے۔

۹۔ اگر اقتباس کسی اور زبان سے ترجمہ پر مشتمل ہو تو اسے متن کے ساتھ بغیر واوین کے لکھا جائے۔

۱۰۔ مقالے میں مخففات کے استعمال سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔(۲۱)

زبان اور انداز تحریر کی بعض اضافی خوبیاں یہ ہیں:

۱۔ مقالے کا طرز تحریر حتی الامکان غیر انفرادی ہو۔ اس میں تکمیل، وحدت اور وضاحت کے علاوہ سنجیدگی اور تاثر کے عناصر موجود ہوں۔

۲۔ صنائع وبدائع سے احتراز کیا جائے۔

۳۔ مقالہ عام طور پر زمانہ ماضی یا ماضی قریب میں لکھا جاتا ہے۔

۴۔ نتائج کا ذکر زمانہ حال میں کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ ضمائر متکلم کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

۶۔ صیغہ فاعل کا استعمال صیغہ مفعول کے مقابلے میں زیادہ ہو۔

۷۔ گنتی کے اعداد اگر سو تک ہوں تو ان کو حروف میں لکھا جانا چاہیے۔ اگر سو سے زائد گنتی ہو تو اعداد میں لکھا جائے۔

۸۔ زیادہ تر ایک ہی فعل کے ساتھ دو سے زائد مسلسل جملوں کا اختتام نہیں ہونا چاہیے۔

۹۔ مرکب اور منعطف جملوں کا استعمال صرف ناگزیر حالات میں ہی کرنا چاہیے۔

۱۰۔ طویل، مرکب، غیر مستعمل اور فرسودہ الفاظ سے گریز کرنا چاہیے۔

۱۱۔ اصطلاحی الفاظ کے استعمال کے وقت خیال رکھا جائے کہ وہ زیادہ تر لوگوں کے لیے تسلیم شدہ ہوں، مقالے کے شروع میں جن اصطلاحی

الفاظ کا استعمال ہو پورے مقالے میں اسی مفہوم میں ان الفاظ کا استعمال ہو، اگر غیر ملکی زبان سے ترجمہ شدہ ہوں تو بریکٹ میں یا تمہیدی حصے میں بنیادی شکل کا اظہار ہو، اور جب تک اصطلاحی الفاظ کا استعمال ناگزیر نہ ہو ان سے گریز کیا جائے۔ (۲۲)

معیاری مقالہ کا بنیادی ڈھانچہ:

کسی مقالے کے اجزا کا تعین عموماً موضوع کے اعتبار سے کیا جاتا ہے لیکن ایک عام صورت یہ ہو سکتی ہے:

۱۔ ابتدائی حصہ:

(الف) سرورق

(ب) تمہید اور اظہار تشکر

(ج) ترتیب

(د) فہرست اشارات و تصاویر وغیرہ

۲۔ تحقیقی مقالہ:

(الف) موضوع کا تعارف

(ب) وضاحتِ موضوع کے مختلف ابواب

(ج) نتائج

۳۔ آخری حصہ:

(الف) فہرست معاون کتب

(ب) دیگر معاون مواد، تصاویر وغیرہ

(ج) اختتام (۲۳)

اس بنیادی ڈھانچے کی معیاری صورت یہ ہونی چاہیے۔

سرورق اور عنوان:

عنوان سرورق کے اوپر جلی حروف میں لکھا جاتا ہے یہ اگر مختصر ہو تو ایک سطر میں آسکتا ہے اور اگر طویل ہو تو ایک سے زیادہ سطور میں لکھا جا سکتا ہے۔ عنوان سرورق کے درمیان میں ہونا چاہیے۔ اچھا عنوان عموماً چھ سے دس الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ جملے کی شکل میں نہیں ہوتا یعنی اس میں فعل شامل نہیں ہوتا۔

عنوان کے علاوہ سرورق پر مقالہ نگار کا نام اور مطبوعہ ہونے کی صورت میں ناشر کا نام سال اشاعت وغیرہ قسم کی دیگر اطلاعات بھی درج ہوتی ہیں۔

تمہید:

تمہید میں مقالے کی تحریکات کا ذکر ہوتا ہے نیز اظہار تشکر کی رسم بھی ادا ہوتی ہے۔ اظہار تشکر میں عموماً معاونین، اطلاع کاروں اور دوستوں کا نام شامل کیا جاتا ہے۔

ترتیب اور فہرست مضامین:

موضوعات کی فہرست شروع میں پیش کر دی جاتی ہے۔ ابواب کے موضوعات کی فہرست جہاں سے شروع ہوتی ہے وہاں سے صفحات کے نمبر اعداد میں لکھے جاتے ہیں اس سے پہلے پیش کیے ہوئے مواد میں صفحات کی تعداد حروف ابجد میں درج کی جاتی ہے۔

فہرست اشارات:

موضوع کی نوعیت کے اعتبار سے محقق مقالے میں جہاں جہاں مختلف نشانات، اشارات اور علامات استعمال کرتا ہے اس کی ایک فہرست شروع میں ہی شامل کر دیتا ہے۔ غیر ملکی زبان کے الفاظ استعمال کرنے کی صورت میں صوتیات (phonetics) کے متعین کردہ نظام کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

مقالے کا خصوصی حصہ:

موضوع کی وضاحت:

اس حصے میں محقق اپنے انداز کار سے قاری کو متعارف کراتا ہے اور تحقیقی عمل کی حدود اور موضوع کی وسعت کا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ اپنے اختیار کردہ طریقہ کار کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اس حصے کو جامع اور مختصر ہونا چاہیے۔

موضوع کا بیان:

یہ مقالے کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس میں استعمال شدہ مواد کی وضاحت ہوتی ہے نیز مسئلے کو جن بنیادی معروضات کی روشنی

چاہیے۔ کتابیات میں حوالہ درج کرنے کی معیاری صورتیں درج ذیل مثالوں سے واضح ہوں گی :

۱۔ واحد مصنف : صدیق جاوید بال جبریل کا تنقیدی مطالعہ لاہور، یونیورسل بکس، ۱۹۷۳

۲۔ دو مصنف : نورالحسن ہاشمی، محمد احسن فاروقی، ناول کیا ہے ؟ لاہور، اردو اکادمی، ۱۹۶۵

۳۔ تین مصنف : محبوب خزاں، محب عارفی، قمر جمیل، تین کتابیں کراچی، مکتبہ آرسی، ۱۹۶۲

۴۔ تین سے زیادہ مصنفین ہوں تو پہلے مصنف کا نام آئے گا : وقار عظیم اور دیگر، اردو کی دوسری کتاب لاہور، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، ۱۹۸۱ء

۵۔ واحد مرتب : عتیق احمد، مرتب : مضامین پریم چند کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۱

۶۔ دو یا تین مرتب ہوں تو مرتبین کے نام ترتیب سے آئیں گے اور اگر تین سے زیادہ مرتبین ہوں تو صرف پہلے مرتب کا نام اور اس کے بعد اور دیگر کے الفاظ آئیں گے۔

۷۔ مترجم : یحییٰ امجد، مترجم : چینی شاعری لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۵

۸۔ تنظیم بطور مرتب : حلقہ ارباب ذوق، مرتب ۱۹۳۹ کی بہترین نظمیں لاہور، گوشہ ادب، ۱۹۵۰

۹۔ لغت کا حوالہ : وارث سرہندی علمی لغت لاہور، علمی کتاب خانہ، ۱۹۷۰

۱۰۔ مخطوطہ : امام بخش ناسخ، دیوان ناسخ مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، ۶۸۶۰

۱۱۔ غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ : عبداللہ خاں، پریم چند اور ان کا فن غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ ڈی، ۱۹۵۶، پنجاب یونیورسٹی لائبریری

۱۲۔ انسائیکلوپیڈیا : اردو دائرہ معارف اسلامیہ (۱۹) جلد ہشتم، ص ۱۱

۱۳۔ رسالے کا حوالہ : اردو جلد ۵۶، شمارہ نمبر ۱، (جنوری ۱۹۸۰)(۲۶)

اس کے علاوہ اندراج کی دیگر معیاری صورتیں بھی ممکن ہیں۔ جدید تر رجحان کے مطابق مصنف، مرتب یا مترجم کے نام کا آخری حصہ پہلے درج کیا جاتا ہے مثلاً فراق گورکھپوری کو گورکھپوری فراق لکھا جائے گا، الطاف حسین حالی کو حالی الطاف حسین لکھا جائے گا۔ ☆

حواشی و حوالہ جات :

۱۔ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق حصہ اول، مقدمہ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۶ء ص ۷

۲۔ ش۔ اختر ڈاکٹر، موضوع کا انتخاب اردو میں اصول تحقیق محولہ بالا ص ۱۳۰

۳۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر، تحقیقی عمل کے مراحل مشمولہ اردو میں اصول تحقیق محولہ بالا ص ۱۰۰

۴۔ ش۔ اختر ڈاکٹر، موضوع کا انتخاب اردو میں اصول تحقیق ص ۱۳۰

۵۔ عبدالودود، قاضی، اصول تحقیق مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۸ء ص ۲۷

۶۔ عندلیب شادانی، ڈاکٹر، تحقیق اور اس کا طریق کار، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد دوم محولہ بالا ص ۵۱

۷۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اصول مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۲ء ص ۱۲

۸۔ The Elements of Research, F.L.Whitney حوالہ عبدالرزاق قریشی، فن تحقیق مشمولہ اردو میں اصول تحقیق حصہ اول محولہ بالا ص ۸۳ ش

۹۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر، تحقیقی عمل کے مراحل مشمولہ ایضاً ص ۸۷

۱۰۔ Elliot Gartner and Francesco Cordasco Research and Report Writing حوالہ عبدالرزاق قریشی، فن تحقیق مشمولہ ایضاً ص ۸۴

۱۱۔ عبدالستار دلوی، تحقیقی عمل کے مراحل محولہ بالا ص ۱۰۰، ۱۰۱

۱۲۔ ایضاً ص ۱۰۵

۱۳۔ عندلیب شادانی، ڈاکٹر، تحقیق اور اس کا طریق کار مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد دوم محولہ بالا ص ۵۲ تا ۵۵

۱۴۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اصول ص ۷۷ تا ۸۳

۱۵۔ خان، رشید حسن، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۱۹۸۹ء ص ۱۵

۱۶۔ غلام مصطفیٰ خان ڈاکٹر، فن تحقیق، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد اول مذکورہ بالا ص ۴۳ تا ۵۳

۱۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادبی تحقیق مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ص ۱۹

۱۸۔ عبدالستار دلوی، مقالہ کی پیش کش مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد اول ص ۲۳۰، ۲۳۱

۱۹۔ ایضاً ص ۲۳۱

۲۰۔ عبدالودود، قاضی، اصول تحقیق مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد اول محولہ بالا ص ۲۸ تا ۳۴ ملخص

۲۱۔ عبدالرزاق قریشی، مقالہ کی تسوید، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد دوم محولہ بالا صفحہ ۲۶۴ تا ۲۷۰

۲۲۔ عبدالستار دلوی، مقالہ کی پیش کش محولہ بالا ص ۲۶۰ تا ۲۶۲

۲۳۔ ایضاً ص ۲۴۳، ۲۴۴

۲۴۔ ایضاً ص ۲۴۴ تا ۲۵۶ ملخص

۲۵۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حوالہ بالا ص ۲۷۳ تا ۲۷۵

۲۶۔ تبسم کاشمیری، ادبی تحقیق کے اصول ص ۲۴۷، ۲۴۸

ماخذ و مصادر :

سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق حصہ اول، مقدمہ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۶ء

سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اصول میں اصول تحقیق حصہ دوم، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۸ء

جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادبی تحقیق مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۹۳ء

خان، رشید حسن، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۱۹۸۹ء

قاضی عبدالغفار، تصنیف و تحقیق کے اصول، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۲ء

بقیہ : مجموعۂ شریعتِ محمدیہ

مثال مذکور ہوئی ہے یعنی " بسم اللہ والحمد للہ و الاسماء الحسنی کلہا للہ " الخ، " وتقبل شفاعتہ فی امتہ الخ

۴۔ " دو مثالی صورتیں " کا مطلب یہ ہے کہ قعدۂ تشہد میں نماز گزار کے لیے الفاظِ تشہد استعمال کرنے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں اور اکثر نماز گزار حضرات انہی دونوں مثالی صورتوں میں ایک کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ پہلی مثالی صورت کا آغاز یوں ہوتا ہے۔ بسم للہ والحمد للہ والاسماء الحسنی کلہا للہ الخ دوسری مثالی صورت کا آغاز یوں ہوتا ہے۔ التحیات للہ والتحیات المبارکات الطیّبات الزّاکیات الخ

۵۔ " طلبِ مغفرت کی دعا " کا مطلب یہ ہے، کہ نماز گزار تشہد کے اختتام پر اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے، جملہ مؤمن مردوں کے لیے، جملہ مؤمن عورتوں کے لیے، جملہ مسلمانوں مردوں کے لیے اور جملہ مسلمان عورتوں کے لیے طلبِ مغفرت کی دعا کرے۔ چنانچہ مذکور ہے اللّٰھم اغفرلنا والوالدینا والجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات وارحمنی وارحمھما کما ربّیانی صغیراo

۶۔ " الفاظ تشہد کی عمومیت " کا مطلب یہ ہے کہ جو دو مثالی صورتیں مذکور ہوئی ہیں الفاظِ تشہد انہی دو صورتوں تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ ان کے ہم معنی دیگر الفاظ تشہد کا پڑھنا بھی شرعاً روا ہے۔

۷۔ " بندۂ عاجز کی سہولت کا مطلب یہ ہے کہ جو دو مثالی صورتیں مذکور ہوئی ہیں ان کی درست ادائیگی سے اگر کوئی نماز گزار عاجز آ جائے تو اس کے لیے اپنی سہولت کے مطابق اپنے لیے آسان زبان میں ان کا ترجمہ پڑھنا جائز ہے۔

(جاری ہے)

فکر و نظر

انسان کا مقصدِ تخلیق

افضل گلزار طالبعلم بی۔ ایس۔ سی

انسان کی تخلیق کے حقیقی مقصد سے خود خالقِ حقیقی سے بڑھ کر اور کون واقف ہے۔ اس لیے ہمیں اس مقصد کا سراغ لگانے کے لیے اسی کے کلام پاک سے رجوع کرنا سب سے زیادہ سود مند ہوگا۔ ذیل میں قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ کی رُو سے انسان کے مقصدِ تخلیق کی وضاحت کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

"اور (اے نبیؐ) لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔" (البقر: ۳۵)

اس آیت مبارکہ سے آدم کو ایک بااختیار اور بااقتدار کارکن کی حیثیت سے پیدا کرنے کا عندیہ ملتا ہے جو روئے زمین پر خلافت و نیابتِ الٰہی کا فریضہ سرانجام دے۔

"ہم نے کہا تم یہاں سے اتر جاؤ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے خوف و غم کا موقع نہیں ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جلنے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔" (البقر: ۳۸)

یہاں اب یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ بطور خلیفہ و نائب زمین میں بھیجے جانے کے بعد انسان کا اہم ترین فریضہ ہدایتِ الٰہی کی پیروی کرنا ہے۔ اسی حقیقت کو دوسری جگہ یوں بیان فرمایا گیا۔

"یقیناً وہ فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔" (الشمس ۹۔۱۰)

ثابت ہوا کہ دنیا میں اور آخرت میں کامیاب اور کامران زندگی گزارنے اور مقصد تخلیق کے تقاضوں کو خوبی پورا کرنے کے لیے ہدایت کی پیروی اور نفس کو پاک و صاف کرنے کی جدوجہد ضروری ہے۔ اس جدوجہد کا اصل پیمانہ عملِ صالح ہے۔ اور یوں عملِ صالح کو بھی قرآن نے انسان کا مقصدِ تخلیق قرار دیا ہے۔

"جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ ان میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔" (الملک۔ ۲)

پس انسانی زندگی کو ایک آزمائش اور دنیا کو ایک امتحان گاہ قرار دیا گیا۔

"ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے امتحان لیں اور اس لیے ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا" (دہر۔ ۲)

"اب ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں خلافت دی تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔" (یونس۔ ۱۱)

اس امتحان کی تیاری کے لیے جو بھی اسباب و ذرائع اور وسائل درکار تھے اللہ تعالیٰ نے سب پیدا فرما دیے اور کل کائنات کو انسان کے لیے مسخر فرمایا۔ پھر اپنی ان نعمتوں کی طرف انسان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا۔

"اس نے تمہیں وہ سب کچھ دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں

کا شمار کرنا چاہو تو ایسا نہیں کر سکتے۔" (ابراہیم: ۳۴)

لیکن ان تمام نعمتوں اور سہولتوں کے باوصف امتحان اور آزمائش کا مذکورہ بالا عمل یقینی اور کڑا ہے۔ یہ امتحان اطاعت و فرمانبرداری اور عصیان و سرکشی کے درمیان ہے۔

"جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں وہ تمہاری آزمائش کرے گا۔ لہذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔" (المائدہ: ۴۸)

"اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ درجے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔" (الانعام: ۱۶۵)

"جو کچھ تم کو دیا" آیت کا یہ ٹکڑا بہت اہم ہے یعنی ہر شخص کی آزمائش اس کو عطا کی جانی والی نعمتوں کے اعتبار سے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"مگر انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا رب جب اسے آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی اور جب اسے آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا۔" (فجر ۱۵-۱۶)

قرآن دولت کی عظمت اور مفلسی کی ذلت کے متعلق مادہ پرستوں کے نقطۂ نظر کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ وہ دونوں حالتوں کو امتحان قرار دیتا ہے۔ اللہ کے نیک بندے دونوں طرح کے امتحانوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ قرآن نے انسان کی تخلیق کا سب سے بڑا مقصد عبادت الٰہی کو قرار دیا ہے۔

"اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔"

وما علینا الا البلاغ

غزل

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ

گرمِ فغاں ہے جرس اُٹھ کہ گیا قافلہ
وائے وہ رہرو کہ ہے منتظرِ راحلہ

تیری طبیعت ہے اور، تیرا زمانہ ہے اور
تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ

دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد
سالکِ رہ ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ

اُس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر
گردشِ دوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ

تیرے نفس سے ہوئی آتشِ گُل تیز تر
مرغِ چمن! ہے یہی تیری نوا کا صلہ

تعارف و تبصرۂ کتب

میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلکِ نور بخشیہ

ادارہ

نوربخشیات کا انسائیکلو پیڈیا

مولانا محمد بشیر آفتاب فاضل عربی
فاضل درس نظامی ایم اے، بی ایڈ

ناچیز نے ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی تالیف "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلک نور بخشیہ" کا بغور مطالعہ کیا اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ عالم نور بخشیت میں بھی ایسا لکھاری موجود ہے جس نے اپنے زورِ قلم سے نور بخشیہ کی پوری تاریخ کو چند صفحات میں یوں بند کر دیا ہے جیسے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہو۔ یہ کتاب نور بخشیات کے انسائیکلو پیڈیا سے کم نہیں ہے اور ہر فردِ نور بخشی کو تعصب کی عینک اتار کر حقیقت پسندانہ نظر سے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اس کتاب کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ ہمارے اکابرین میں سے کون مخلص تھے اور کون دین سے نابلد، جنہوں نے اغیار کے پھندے میں پھنس کر نور بخشیت کو زک پہنچائی۔ اس کتاب کی یہ خوبصورتی یہ ہے کہ اس کی کوئی سطر اور کوئی پیراگراف بغیر حوالے کے نہیں لکھا گیا ہے۔ ہر بیان کے بعد حاشیہ میں اس کا حوالہ صفحہ نمبر کے ساتھ موجود ہے۔ یہ خصوصی امتیاز نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کتاب کی ایک اور خصوصیت جو میرے نزدیک اہم ہے یہ ہے کہ اس کی رو سے فقہ الاحوط صرف ایک فرقہ کی نہیں بلکہ کل عالم اسلام کی فقہی کتاب ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت میر سید محمد نور بخشؒ کو صرف نور بخشی مکتبِ فکر کا بانی قرار دینے کی بجائے کل عالم اسلام کے لیے داعی اتحاد بین المسلمین قرار دیا گیا ہے جو فی الواقع تعلیماتِ نور بخشیہ کا خاصہ ہے۔ فقہ احوط کے اہم ابواب کی وضاحت سے اس حقیقت کی غمازی کی گئی ہے کہ اس روشن کتاب کی تعلیمات بلا امتیاز تمام عالم اسلام کے لیے اتحاد کا پلیٹ فارم مہیا کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ غازی صاحب کے زورِ قلم میں اور اضافہ فرمائے۔ (آمین)

ایک پختہ بنیاد

مولانا شکور علی انور فاضل عربی۔ بی اے

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی تالیف "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلکِ نور بخشیہ" پر تبصروں کا سلسلہ جاری ہے گو میری طرف یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تاہم اخلاقی تقاضے پورے کرنے کی خاطر چند کلمات تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

میں دیگر تبصرہ نگاروں کی طرح تعریفی جملے لکھ کر ڈاکٹر صاحب کی ذاتی متانت کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تاہم اس خوش آئند بات کی نشاندہی ضرور سمجھتا ہوں کہ قوم میں شعور اور بیداری کی لہر پیدا ہو گئی ہے اور حسن وقبح کی تمیز کا حوصلہ اجاگر ہوا

ہے۔ یقیناً وہ قوم کامیاب ہے جس کے افراد میں خیر و شر کی پہچان کے ساتھ ساتھ مدح و ذم کی اخلاقی جرأت موجود ہو۔ الحمد للہ ہماری قوم اس نعمت سے مالامال ہو گئی ہے۔

غازی صاحب کی تحقیق ایک پختہ بنیاد ضرور ہے مگر ترویج و ترقی کی انتہا نہیں ہے اور کیونکہ کسی بھی انسانی تحقیق پر تنقید کی گنجائش موجود ہے ہر مؤلف اعتراضات کا ہدف بھی بنتا ہے لیکن ہر اعتراض معقول نہیں ہوتا بسبب اس کے کہ "معترض اندھا ہوتا ہے۔" یہ حقیقت ہے کہ کوئی تحقیق حرفِ آخر نہیں ہوتی لیکن ہر معلومات کا مرقع آنے والی نسل کو مستفید ضرور کرتا ہے۔ ہم نے اپنے ابتدائی اظہار میں اس کتاب کو نوربخشی مندرجات کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا تھا یہ حقیقت مرورِ ایام کے ساتھ عیاں ہوتی جا رہی ہے ساتھ ہی اس معاملے میں معترضین کی طرف سے ذائقہ خراب ہونے کا برملا واویلا بھی ہو رہا ہے پس دونوں باتیں اپنی اپنی اصلیت کی مظہر ہیں۔

اہلِ شعور خوب جانتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء سے زمانہ حال تک کا دور نوربخشیہ کا دورِ زرین ہے۔ علماء نوربخشیہ نے اس دوران جو علمی خدمات سرانجام دی ہیں وہ قابلِ اطمینان ہیں البتہ غازی صاحب نے اپنی کتاب میں جس عرق ریزی سے بعض اختلافی امور کی نشاندہی کی ہے اس کے مندرجہ ذیل مقاصد ہو سکتے ہیں:

۱۔ علماء کی بے حسی کو جھنجوڑا جائے کہ وہ تحقیق طلب مسائل کو حل کرنے میں ابھی تک ناکام کیوں ہیں؟

۲۔ علمی دنیا کی آنکھیں کھول دی جائیں۔

۳۔ ان متنازعہ مسائل کی نشاندہی کی جائے جن کا حل میر سید محمد نور بخش پہلے ہی نہایت خوش اسلوبی سے روح پرور انداز میں پیش کر چکے ہیں اور ہم ان کی روشن تعلیمات کو چھوڑ کر اغیار کی نظریاتی دریوزہ گری میں مبتلا ہیں۔

پس اس ضمن میں مجھے پورا اطمینان ہے کہ برادر غازی صاحب کا مقصد اختلافی مسائل کو چھیڑ کر قوم کو انتشار کے دہانے تک پہنچانا ہرگز نہیں ہے۔ تاہم ان کی کتاب کے وسیلے سے اہلِ دانش کو خوب معلوم ہو چکا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے؟ کون کس حد تک دین اور مسلک کا وفادار ہے اور کتنا اخلاص رکھتا ہے؟

یہ حقیقت قابلِ افسوس ہے کہ عمومی طور پر ہم اب بھی اعتباری ارادت پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں جو سائنسی دنیا کے لیے ناقابلِ قبول ہے اور استدلالی دنیا کی پیاس بھی اس سے بجھتی نظر نہیں آتی اور جدید میڈیا کے دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ قطعی ناکافی ہے۔ ساتھ ہی بیرونی دنیا کی مخدوش تحقیق ہمارے قومی امراض کا شافی علاج نہیں ہے۔ ایسے میں اہلِ علم و دانش کا فرض ہے کہ اپنے علمی ورثے کو تحقیق و جستجو سے قارئین کے سامنے لا کر استفادے کا وسیلہ بنائے۔ ساتھ ہی قوم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تمام غیر متنازعہ اور مبنی بر خلوص معیاری تحقیقات کو منظرِ عام پر لانے کی خاطر اشاعتی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے منظم بندوبست کرے۔ اس سرگرمی سے علم و دانش کی اشاعت کے ساتھ ساتھ متعلقہ اداروں اور افراد کو مادی منفعت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب کی تالیف کے بارے میں چند ذاتی خیالات کی طرف توجہ مبذول کراؤں گا۔ "تذکرہ علماء و صوفیا بلتستان" نامی کتاب کا راقم مولوی خلیل بلغاری ہے جو ہمارے لیے قابلِ حجت نہیں۔ ڈاکٹر شہزاد بشیر کا مقالہ زیرِ تحقیق ہے اور ناقابلِ قبول ہے۔ تیسری بات یہ کہ ڈاکٹر اندریز ریک ایک انگریز سکالر ہے اور مغربی ذہن کا مالک ہے۔ چوتھی بات یہ

سوال ہے کہ اختلافات کا ذمہ دار تمام علماء کرام ہیں یا وہ مخصوص گروہ جس کا ذہن مسلک کی درخشاں علمی روایت سے پھسل رہا ہے۔ میرے خیال میں حالات کی زلف پریشاں کو سنوارنے کے لیے علمائے نوربخشیہ کا ایک رائٹرز فورم تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ ☆

(وضاحت :

ریکارڈ کی درستی کی خاطر محترم تبصرہ نگار کی توجہ درج ذیل حقائق کی جانب مبذول کرائی جاتی ہے :

۱۔ "تذکرہ علماء و صوفیاء بلتستان" کا مؤلف مولوی خلیل بلغاری نہیں ہے۔ اصل مؤلف کا نام کتاب کے اندر مندرج ہے۔

۲۔ ڈاکٹر شہزاد بشیر کا مقالہ نامکمل نہیں بلکہ Faculty of the Graduate School of Yale University United State of America سے منظور ہو چکا ہے جس کی بنیاد پر مقالہ نگار کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا ہوئی ہے۔

۳۔ ڈاکٹر اینڈریز ریک انگریز نہیں بلکہ جرمن مستشرق ہے۔ اسیں اپنی گراں قدر اسلامی تحقیقات کی بنیاد پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا ہوئی ہے۔ ان کا تحقیقی مقالہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے جرمنی سے چھپنے والے بین الاقوامی معیار کے علمی جریدے DIE WELT DES ISLAM Band XXXV, 1995 میں چھپ چکا ہے۔ علم محض اہلِ مشرق کی میراث نہیں ہے بلکہ بہت سے مستشرقین کے علمی کارناموں کو خود اہلِ اسلام کے مصنفین اور مؤلفین حوالے کے طور پر استعمال کرتے آئے ہیں۔)

.... (مؤلف)

بندہ کہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

گلاب کا پھول

ممتاز علی عارف

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" کو لوح سے تحت تک پڑھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک قیمتی دستاویز تیار کیا ہے جو نوربخشیہ کی آئندہ نسلوں کے لیے ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں نے نوربخشی تاریخ کے بعض واقعات پرانے بزرگوں کی زبانی سن رکھے تھے خوش قسمتی سے یہ باتیں اس کتاب میں بھی درج ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود اتنی ضخیم تاریخی کتاب لکھنے کا بھاری فریضہ انجام دیا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ چند ناقدین گلاب کے پھول جیسی اس کتاب پر بھی بے جا تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن ہمارے علاقے میں تشریف لانے والے یہ حضرات بے نیل مرام واپس تشریف لے گئے۔ یہ لوگ اپنے ذاتی مفاد کے لیے پوری قوم کا نقصان کرتے ہیں جب بھی کوئی دین کی آبیاری کی کوشش کرتا ہے تو یہ بات ان کے لیے ناقابلِ برداشت بن جاتی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نے کتاب کا مطالعہ تک نہیں کیا بلکہ سنی سنائی باتوں کو بنیاد بنا کر منفی پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ پہلے کتاب کو غور سے پڑھیں پھر اگر کسی بات کی وضاحت مطلوب ہو یا کسی سقم کی نشاندہی مقصود ہو تو مؤلف کو آگاہ کریں جیسا کہ انہوں نے خود کتاب کے پیش لفظ میں گزارش کی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اگر مسلک نوربخشیہ کے بزرگوں کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری رہا تو کل امت مسلمہ اس سے مستفید ہو گی۔ بہر حال ملت نوربخشیہ اس عظیم کارنامے کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کے قلم کی روانی میں اضافہ فرمائے ☆

فقہی مسائل (شریعتِ محمدیہ کی روشنی میں)

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان سے ادارے کو موصول ہونے والے مفید سوالات کے جوابات شائع کیے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لیے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات:

سوال نمبر۱۔ ایلاء نامی قسم سے کیا مراد ہے؟ وضاحت درکار ہے۔ (سائل: کامریڈ یعقوب علی نوری سخنہ چھورٹ)

سوال نمبر۲۔ اجارے کی زمین پر مالکِ زمین کی اجازت کے بغیر مکانات وغیرہ کی تعمیر سے اجارہ والا معاملہ برقرار رہتا ہے یا نہیں؟ (سائل: غلام رضا، راولا)

جوابات:

جواب نمبر۱: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

شرعی اصطلاح میں کسی شوہر کی طرف سے چار ماہ کی مدت کے لیے اپنی بیوی سے جنسی رابطہ منقطع رکھنے کی قسم کھانے کا نام ایلاء ہے۔ اگر کوئی شوہر چار ماہ سے کم عرصے کے لیے اپنی بیوی سے جنسی رابطہ منقطع رکھنے کی قسم کھائے تو یہ عام قسم ہے اسے ایلاء کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی شوہر چار ماہ سے زائد عرصے کے لیے اپنی بیوی سے جنسی رابطہ منقطع رکھنے کی قسم کھائے یا ہمیشہ کے لیے منقطع رکھنے کی قسم کھائے تو اس صورت میں چار ماہ کا عرصہ گزر جاتے ہی شوہر پر شرعاً یہ حکم عائد ہوگا کہ وہ یا تو اپنی قسم سے رجوع کرے یا بیوی کو طلاق دے۔ **ان دو صورتوں کے** سوا اس کے لیے تیسری صورت شرعاً نہیں ہے۔ بہر حال ان صورتوں میں شوہر اپنی قسم کی پاسداری کرے **تو وہ حانث نہیں** ہوگا، بصورتِ دیگر وہ حانث ہوگا اور اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔ اس مخصوص قسم کی ایلاء نامی قسم کے حکم سے شرعاً یہ بات بھی واضح طور پر نکل آتی ہے کہ ایک ساتھ موجود ہوتے ہوئے کسی شوہر کا اپنی بیوی سے جنسی تعلق کے لحاظ سے چار ماہ سے زائد عرصہ کنارہ کش رہنا باعثِ گناہ ہے۔ ہاں اگر ایک ساتھ نہ ہو، شوہر کہیں دور رہتا ہو یا کسی غیر ملک میں کسبِ معاش کی خاطر گیا ہوا ہو تو اس صورت میں وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ مزید تفصیل کے لیے فقہ احوط میں باب ایلا کا مطالعہ کریں۔

جواب نمبر۲: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

اس قسم کی تعمیرات وغیرہ اجارے کی زمین پر جائز ہیں۔ مالک زمین کو سالانہ بطور اجرت جو کچھ بھی جتنی مقدار میں دیا جاتا ہو وہ دیتے رہنا شرعاً واجب ہوگا۔ فریقین میں نئے سرے سے ایک تحریری دستاویز کی تیاری ضروری ہے تاکہ آئندہ کے لیے اجارے کا معاملہ عدم سے ہمکنار نہ ہو جائے اور مالک زمین کو حرمانِ اجرت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مزید تفصیلات کے لیے فقہ احوط باب الاجارہ کا مطالعہ کیا جائے۔

امید ہے کہ سائلین اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوں گے۔ ☆

اخبار التصوف

دُنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ ایچ معروفی



یوم شاہ سیدؒ: علامہ محمد بشیر صاحب، مولانا محمد علی عارف، اخوند محمد حسین، مولانا محمد انور، اخوند محمد علی، صدی تصوفی اور شاہد براہوی خطاب کر رہے ہیں۔

شاہ سید محمد نور بخشؒ کا یوم وصال:

مؤرخہ ۲۷ مئی ۲۰۰۲ء کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں انجمن محمدیہ بلتستانیہ کے زیر اہتمام غوث الاعظم امام العالم حضرت میر سید محمد نوربخش قہستانیؒ کے یوم وصال کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ علامہ محمد بشیر صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ مولانا محمد انور کی تلاوتِ کلام پاک اور شاہد براہوی کی نعت خوانی کے بعد غلام صدی تصوفی نے شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کی ضرورت پر زور دیا کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر بھی یوم شاہ سیدؒ منانا ضروری ہے۔ اخوند محمد علی نے کہا کہ شاہ سید تصوف کے علمبردار تھے۔ صوفی اخوند محمد حسین نے کہا کہ میر سید محمد نوربخش کا سلسلۂ طریقت مولائے متقیان حضرت علیؑ تک جاتا ہے جو ولایت کا مرجع ہیں اور حضور پاکؐ نے جملہ روحانی علوم حضرت علیؑ کو ہی عنایت فرمائے۔ مولانا محمد علی عارف نے کہا کہ صوفیہ کی تعلیمات امن و آشتی اور محبتِ انسانیت سے عبارت ہیں۔ انہوں نے کشمیر اور بلتستان میں اشاعتِ دین کے سلسلے میں حضرت شاہ ہمدانؒ اور حضرت شاہ سیدؒ کی خدمات کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ تصوف اور اعتکاف نشینی لازم و ملزوم ہیں۔ اسلام آباد کے اہلِ تصوف کی باہمی محبت اور یگانگت تمام دیگر علاقوں کے لیے بھی بہترین نمونۂ عمل ہیں۔ علامہ محمد بشیر صاحب نے شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تصانیف "کتاب الاعتقادیہ" اور "الفقہ الاحوط" کے علمی مقام اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان کتابوں کی اشاعت کے بعد ملت نوربخشیہ کے بارے میں موجود تمام غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں اور بیرونی یلغار کا سدباب ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بعض عناصر اس مسلک میں عدم استحکام

پیدا کرنے کے لیے علماء کرام کے خلاف فتوے صادر کرتے نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں میں ذاتی مفادات کے تحفظ کی خاطر ہر اختلاف رائے رکھنے والے کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کرنے کا پیشہ اپنا رکھا ہے جو تعلیمات اسلامی کے منافی ہے۔ جی ایچ معروفی نے کہا کہ برصغیر میں اسلام صوفیہ کرام کی جدوجہد سے پھیلا خاص کر میر سید علی ہمدانیؒ اور میر سید محمد نور بخشؒ کی مساعی کی بدولت کشمیر اور بلتستان کے دور افتادہ علاقے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ انہوں نے پیروکاران شاہ سیدؒ سے اپیل کی کہ وہ اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اتحاد بین المسلمین کو اپنا مقصدِ حیات بنائیں اور گروہی سیاست سے اجتناب کریں۔

جنرل سکریٹری انجمن محمدیہ
صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد

اظہارِ تشکر:

حاجی عبدالخالق صاحب کرامنگ اور حاجی محمد ابراہیم صاحب کرامنگ نے ان تمام دوستوں اور احباب کا شکریہ ادا کیا ہے جنہوں نے ان کے برادر عزیز حاجی علی مرحوم کی وفات پر تعزیتی خطوط ارسال کیے۔ فرداً فرداً تمام تعزیت پرسی کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں تھا اس لیے نوائے صوفیہ کے توسط سے یہ فریضہ انجام دیا گیا ہے۔

اظہارِ تعزیت:

انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد کے اراکین نے حاجی شاہ اللہ صاحب کی صاحبزادی ڈاکٹر ریحانہ کے اچانک انتقال پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد میں خصوصی فاتحہ خوانی ہوئی۔



طالبعلم کا اعزاز:

سجاد حیدر ولد غلام حیدر ساکن مظفر آباد آزاد کشمیر نے بی کام پارٹ ون کے پورے میرپور بورڈ میں دوسری پوزیشن جبکہ پوسٹ گریجویٹ کالج مظفر آباد میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ اہل نور بخشیہ کے لیے یہ قابلِ فخر اعزاز ہے۔

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن جامعہ کشمیر کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں سکردو ہسپتال کی گائناکالوجسٹ ڈاکٹر ریحانہ کوثر کی اچانک وفات پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار کیا گیا۔ شرکائے اجلاس نے مرحومہ کی موت کو ایک قومی سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک قابل، فرض شناس، انسان دوست اور دردمند ڈاکٹر تھیں جنہوں نے محنت اور لگن سے طب کے پیشے میں اپنے لیے مقام پیدا کیا تھا۔ شرکاء نے مرحومہ کے لیے فاتحہ خوانی بھی کی۔

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن جامعہ کشمیر مظفر آباد

نوجوانِ سرموں ترکری کا اجلاس:

نوجوانان سرموں ترکری مقیم کراچی کا ایک اجلاس ۳ مارچ ۲۰۰۲ء کو ہوا جس میں ملی شعور کی بیداری اور اتحاد و اتفاق کے فروغ کی خاطر "نوجوانان فلاحی تنظیم سرموں ترکری" کا قیام عمل میں آیا۔ کابینہ کے ارکان کے نام یہ ہیں:

غلام حسین (صدر)، عبداللہ علی (نائب صدر)، غلام محمد آزاد

(جنرل سکریٹری)، محمد ابراہیم (نائب جنرل سکریٹری) علی موسیٰ (سکریٹری نشرو اشاعت)، غلام حسین نوید (فنانس سکریٹری)، غلام نبی (سکریٹری اجلاس)

صدر نوجوانان فلاحی تنظیم سرموں کراچی

این وائی ایف گلاب پور کی نئی کابینہ :

۱۲ اپریل ۲۰۰۲ء کو خانقاہ معلیٰ گلاب پور شیگر میں این وائی ایف کی نئی کابینہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس مقصد کے لیے منعقدہ تقریب کی صدارت میر واعظ پیر شیگر حاجی سید نواز حسین حمیدی نے کی جبکہ مفتی دین جناب علی محمد ہادی صاحب مہمان خصوصی تھے۔ کابینہ کے ارکان کے نام یہ ہیں:

سید ممتاز حسین حمیدی (چیرمین)، اکبر جاوید ابدالی (صدر)، محمد اسلم شوپا (نائب صدر)، ہادی علی تمنا (جنرل سکریٹری)، حیدر علی (فنانس سکریٹری)، سلیم عباس (رابطہ سکریٹری)، سید امتیاز حسین حمیدی (آفس سکریٹری)

محمد اسلم شیگری نائب صدر

غوث المتاخرین ویلفیر سوسائٹی کا جلسہ :

۱۹ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ کو غوث المتاخرین ویلفیر سوسائٹی گلاب پور کے زیر اہتمام تعلیم القرآن اور تعلیم بالغان کی جانب سے ایک عظیم الشان جلسہ بسلسلہ عید غدیر خم منعقد کیا گیا جس کی صدارت جناب غلام محمد صاحب پرنسپل تعلیم القرآن نے کی اور علی حسین صاحب مہمان خصوصی ٹھہرے۔ جلسہ سے خطاب کرنے والوں میں اکبر خان قاسمی، شاہنواز عالم حنفی، جوہر علی رحمانی، امتیاز عالم حنفی، محمد بشیر، فدا علی، ماسٹر عبدالرحمن، علی حسین صاحب اور پرنسپل غلام محمد صاحب شامل تھے۔

محمد خان شگری گلاب پور

ہورچس شیگر میں سہ روزہ اعتکاف :

۱۸ فروری ۲۰۰۲ء سے ہورچس شیگر میں سہ روزہ اعتکاف شروع ہوا جس میں ۶۵ نفوس نے شرکت کی۔ یہ اعتکاف نشینی فیض بخش مسجد میں ہوئی جس میں بواحسن صاحب خپلو، پیر سید نواز حسین صاحب اور علامہ علی محمد ہادی کے علاوہ دیگر علماء کرام اور سادات عظام نے شرکت کی۔ اختتامی جلسے میں انسپکٹر غلام مہدی صاحب، انسپکٹر بشیر کوروی صاحب، اخوند علی شیگری، قاری غلام رسول، بواحسن، سید اکبر میر واعظ خانقاہ الچوڑی، بواحسن فیضی حشوپی، بواعباس پیش امام اور اخوند عبداللہ صاحب نے شرکت کی اور سامعین سے خطاب فرمایا۔

محمد ابراہیم راہی این وائی ایف ہورچس

این وائی ایف سکردو کا دورۂ شیلا :

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکردو کے ایک وفد نے بلتستان کے ایک انتہائی پسماندہ اور دور افتادہ نوربخشی گاؤں شیلا کا براستہ سرمیک دورہ کیا۔ یہ گاؤں سرمیک سے پچاس کلومیٹر بلندی پر واقع ہے۔ شیلا کے غیور عوام نے وفد کا شاندار استقبال کیا۔ وفد کے ارکان نے جامع مسجد شیلا میں معززین شیلا سے تبادلہ خیال کیا اور جناب اخوند محمد علی نے عوام کی طرف سے وفد کا شکریہ ادا کیا۔

موسیٰ علی انصاری جنرل سکریٹری

ٹچو شیگر میں اعتکاف نشینی :

۷ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ ٹچو شیگر میں ایک روزہ اعتکاف نشینی ہوئی........... (بقیہ صفحہ ۳۱)

نامۂ سالک

قارئین کے خطوط

لیاقت علی خان

گلشن تصوف کے سدابہار پھول نوائے صوفیہ کو پڑھے بغیر دل کو چین نہیں ملتا۔ جب بھی رسالہ منظر عام پر آتا ہے سر آنکھوں سے لگاتا ہوں۔ یہ رسالہ نوربخشیہ کا مفتیٔ اعظم ہے۔ ڈاکٹر غازی صاحب کی کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلکِ نوربخشیہ" کے بارے میں جتنے مضامین لکھے گئے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ واقعی یہ کتاب نوربخشیہ کے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ خدا غازی صاحب کے قلم کی روانی میں اضافہ کرے۔

سید حسن شاہ سرمیکی و مظاہر حسین تبسم ٹیگر سلدی

برف پوش پہاڑوں پر دینی مسائل سے آگاہی کے ذریعے اپنے شبہات دور کرنے کا واحد ذریعہ نوائے صوفیہ ہے جس کے ہم برسوں سے قاری ہیں۔ چند شرعی مسائل کا جواب مطلوب ہے۔

بابو علی حسن سرشار کھرمنگ

نوائے صوفیہ کا چندہ ارسال ہے۔ چند مہینوں کا پرچہ وصول نہیں ہوا۔

صوبیدار حاجی غلام رسول غازی سرموں

فخر ملت بانیٔ نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی تو تالیف کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلکِ نوربخشیہ" نظروں سے گزری۔ آج کے پرآشوب دور میں یہ کتاب ملت نوربخشیہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ یہ واحد جامع اور مستند کتاب ہے جس میں وسیع معلومات کو یکجا کیا گیا ہے۔ مؤلف سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کے مخالفین کی پروانہ کریں جو اس نادر کتاب کی اشاعت سے جلتے ہیں۔ اچھے فنکاروں اور بہترین محققوں کی تحقیق کو بے اثر کرنے کے لیے ایک مخصوص جماعت کی یہ مخالفت کوئی نئی بات نہیں ہے۔ قوم ان لوگوں کے حیلوں میں نہیں آئے گی جو دین کو اپنی اپنی ذات تک سمیٹ کر رکھنا چاہتے ہیں۔ روشن ضمیر لوگ اس کتاب کو پڑھ کر ہی اس کے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔

غلام محمد بسمل برکیوی کراچی

کچھ مسائل کا حل مطلوب ہے۔ جناب سید ناصر حسین الموسوی اور سید منظور حسین الموسوی کو روزگار ملنے پر اور سید ناصر کو نورِ چشم کی پیدائش پر مبارکباد پیش ہے۔

حقانی سینوی و طاہری علی سعداوی تھوری

نوائے صوفیہ کی وساطت سے بونجی کے نوربخشی جوانوں کے جذبۂ دینی اور ایثار و قربانی کو سلام پیش کرتا ہوں۔

محمد علی براہوی معلم

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں۔ سالانہ چندہ ارسال ہے۔

حبیب اللہ شہنشاہ برکیونی غواڑی

مجھے دسمبر سے اب تک رسالہ نہیں ملا ہے حالانکہ

مارچ میں سالانہ چندہ بھی جمع کرایا تھا راہ کرم گزشتہ شمارے ارسال کریں۔ ایک مسئلہ بھیجا تھا اس کا حل بھی نہیں چھپا۔

صوبیدار محمد خان خریداری نمبر ۸۰۷

نوائے صوفیہ کا مداح ہوں۔ اس میں چھپنے والے سب مضامین قابلِ تعریف ہیں بالخصوص فقہی مسائل اور ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کے مضامین لائق تحسین ہیں۔ غازی صاحب کی کتاب "میر سید محمد نور بخش" اور مسلکِ نوربخشیہ" کے منظر عام پر آنے پر مجھ جیسے حقیر طالب علم کی طرف سے مبارک باد قبول کیجئے۔ یہ کتاب نوربخشی عوام و خواص کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئی ہے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کے لیے دعاگو ہیں۔

محمد ریاض کورو خانقاہ

نوائے صوفیہ کا اپریل کا شمارہ طویل انتظار کے بعد ملا تاہم یہ بات قابلِ شکر ہے کہ رسالہ بدستور چل رہا ہے۔ ایک مخصوص ٹولے کی مخالفت کے باوجود نوربخشی عوام نے ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ گزشتہ دو تین مہینوں میں بعض ان پڑھ لوگوں نے دوسروں کی باتوں میں آکر باشمال نامی اخبار میں مذمت کی کئی قراردادیں پیش کیں۔

ان لوگوں کے بیانات کا جواب دینا ڈاکٹر صاحب کی متانت کے خلاف ہے تاہم مخالفین سے ہماری گزارش ہے کہ پہلے اس کتاب کو پڑھیں اگر کوئی بات غلط نظر آئے تو بسم اللہ کر کے پیش کریں۔ محترم سید صادق شاہ صاحب بلغاری، محمد یٰسین منیر کریس اور غلام رسول کوروی نے اس کتاب کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمیں بہت پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ اس غریب مسلک کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

شکور علی خپلوی مقیم کراچی

بار بار ٹھکانہ تبدیل ہونے کی وجہ سے نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار بننے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اللہ کے فضل سے مذہب صوفیہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ رسالے میں اتحاد و اتفاق، امتیازِ حق و باطل اور فضیلتِ علم پر مضامین زیادہ تعداد میں چھاپیں اور علمی میدان میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلباء کا تعارف بھی پیش کریں۔ آخر میں درہ اس اور کرگل کے نوربخشیوں کو سلام عرض کرتا ہوں۔

الیاس حسین منذوق خپلو سرمیب

نوائے صوفیہ نہ صرف نوربخشیہ بلکہ عالم اسلام کا ایک معیاری رسالہ ہے جو احیائے تصوف اور اتحاد بین المسلمین کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے اور نوربخشی فقہ کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا بھی بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اہلِ نوربخشیہ کئی چھوٹے بڑے مسائل کا شکار تھے لیکن ڈاکٹر غازی نعیم صاحب کی کتاب "میر سید محمد نوربخش" اور مسلکِ نوربخشیہ" سے بہت سے مسائل حل ہو گئے ہیں۔ احسان دانش صاحب کی کتاب شکستہ ساز بھی اچھی تصنیف ہے۔ احسان دانش صوفیہ نوربخشیہ کا معروف شاعر بن کر ابھرا ہے۔

شبیر حسین لقدوم کوروی

نوائے صوفیہ نہ صرف عالم نوربخشیت میں مقبول ہے بلکہ بڑی بڑی لائبریریوں اور سکالرز کے ہاں بھی اس کی طلب بڑھ رہی ہے۔ میں مذہب کا ادنیٰ سا خادم ہونے کی حیثیت سے نوائے صوفیہ کی وساطت سے ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کو ان کی نادر تحقیقی کتاب "میر سید محمد نوربخش" اور مسلکِ نوربخشیہ" کی اشاعت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس کتاب کا نام "شاہ سید محمد نوربخش" اور مسلک نوربخشیہ" رکھا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ مؤلف نے خود اس کتاب

میں لکھا ہے کہ ایک زمانہ میں حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ کے نام مبارک اور دستخط کے ساتھ سکہ چلتا رہا ہے۔

زاہد احمد مدرس آباد ان معہ بردوم

میری والدہ محترمہ کی وفات ہو چکی ہے کہ ادارۂ نوائے صوفیہ سے پرزور اپیل ہے کہ میری والدہ کی روح کے ایصال ثواب کے لیے رسالے کے قارئین سے دعائے مغفرت کرائے۔ میں اپنی تمام دیگر مصروفیات چھوڑ کر نوائے صوفیہ کا مطالعہ کرتا ہوں اور ہر مہینے اس کا انتظار کرتا ہوں۔

اعجاز حسین بلغار ژھوق حال ہونجی

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ اس کے جملہ مضامین معیاری ہیں خصوصاً محسنین نور بخشیہ پسندیدہ ہے۔ آپ کو چاہیے کہ محسنین نور بخشیہ کے ساتھ دشمنانِ نور بخشیہ کا بھی ذکر کریں تاکہ ہمارے زوال کے اسباب کا پتہ چل سکے۔ ڈاکٹر غازی صاحب کی کتاب "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلکِ نور بخشیہ" ایک قیمتی خزانہ ہے۔

محمد بشیر منذوق سرگیب

محسن نور بخشیہ حضرت ابو العرفان علامہ محمد بشیر اور ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کی زیر نگرانی شائع ہونے والا جریدہ نوائے صوفیہ کل عالم میں نور بخشیت کے فروغ کا وسیلہ ہے اور ہر قسم کی گروہ بندی اور تنگ نظری سے دور ہے۔ اس عظیم جریدے کو جاری و ساری رکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس کے ساتھ تعاون دینداری کا اہم ترین تقاضا ہے۔

محمد موسیٰ نور بخش ہریکوئی کراچی

نوائے صوفیہ اللہ کے فضل سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ڈاکٹر غازی صاحب کی تالیف "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلکِ نور بخشیہ" پر نیم ملا قسم کے بعض لوگوں نے تنقید کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اپنے اعتقادات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مخلص ہیں تو ڈاکٹر صاحب کی طرح خود بھی قلم اٹھا کر لوگوں کو دینی مسائل سے آگاہ کریں اور اگر وہ ہم قارئین کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو چاہیے کہ اپنے آپ کو اخلاق کے بلند ترین معیاروں پر پہنچائیں کیونکہ بد اخلاقی سے کہے گئے بے معنی الفاظ دلوں پر دستک نہیں دے سکتے۔ اگر یہ لوگ حقیقی خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مخلص لوگوں کی قدر کرنا ہوگی۔ جو لوگ نفرتوں کے سمندر میں محبت کی کشتی چلاتے ہیں وہ کبھی تباہی کے بھنور میں گرفتار نہیں ہوں گے۔

سپاہی غلام عباس غازی

۲۔ نشان حیدر رہائین کھاریاں کینٹ

نوائے صوفیہ کی وساطت سے ڈاکٹر نیاز علی صاحب کو حکومت کی طرف سے اعلیٰ اعزاز ملنے پر، سجاد حسین بلغاری صاحب کو فقہ الاحوط کو بین الاقوامی معیار کا سرٹیفکیٹ عطا ہونے پر، احسان دانش صاحب کو حلقہ علم و ادب بلتستان کا صدر منتخب ہونے پر، غلام حیدر صاحب کو ایڈووکیٹ بار کا صدر منتخب ہونے پر، غلام عباس چوپا اور انجینیر سید اکبر شاہ کاظمی صاحب کو این وائی کا بانی اور صدر منتخب ہونے پر اور علامہ محمد بشیر صاحب، ڈاکٹر غازی نعیم صاحب اور جی ایچ معروفی صاحب کو نوائے صوفیہ کو جاری و ساری رکھنے میں کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اکبر جاوید لبدالی این وائی ایف ممبر

معاشی بحران کے باوجود تحریک صوفیہ نوربخشیہ کے حقیقی ترجمان ماہنامہ نوائے صوفیہ کی مسلسل اشاعت پر یہ تحریک پیش خدمت ہے۔ خصوصاً ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کی نئی علمی اور تحقیقی کاوش "میر سید محمد نوربخشؒ اور مسلکِ نوربخشیہ" کی اشاعت پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ڈاکٹر صاحب اور شاہ ہمدان پبلی کیشنز کی انتظامیہ کو صد مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کی اس علمی اور تحقیقی کاوش سے اہلِ صوفیہ نوربخشیہ کی ایک دیرینہ ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ ہر دردمند اہلِ علم نوربخشی اس تالیف کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ یہ اہم تصنیف قسط وار ماہنامہ نوائے صوفیہ میں چھپوانے کا سوچیں کیونکہ کراچی جیسے اہم مقام پر اس کا پہلا ایڈیشن بالکل ختم ہو چکا ہے یا پھر دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کا بندوبست فرمائیں۔ نوائے صوفیہ کی اشاعت میں عدمِ تسلسل کے باعث اس کے قاری پریشان نظر آتے ہیں اس تسلسل کو خلل پذیر نہ ہونے دیں۔ اس سلسلے میں چند تجاویز پیش ہیں۔

علی محمد منہاجی فاضل منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

بقیہ: چھوڑ میں اعتکاف نشینی:

اتوار کی شام کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس کی صدارت پیر طریقت میر سید نواز حسین صفوی نے کی جو اس اعتکاف نشینی کے نگران بھی تھے۔ جلسے میں این وائی ایف غور پی کھور اور بلیہ کے نوجوانوں کے علاوہ اہل دیہہ نے شرکت کی۔ میر صاحب ہادی علی تمنا نے بھی معتکفین کو مبارک باد پیش کی۔ امام مسجد جناب ماسٹر عبدالرحمٰن نے معززین کا شکریہ ادا کیا۔

ہادی علی تمنا جنرل سکریٹری این وائی ایف

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی کتاب "میر سید محمد نوربخشؒ اور مسلکِ نوربخشیہ" کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو دین کی خدمت میں کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور دونوں جہانوں میں راحت دے۔ اس گراں قدر خدمت کے بارے میں چند لوگوں کی بے رخی کے نام ایک نظم لکھی ہے، قارئین نوائے صوفیہ کی نذر کرتا ہوں۔

فدا محمد کھرکوی کراچی

نظم

کڑوا لگے سچ شہر میں جس فردِ بشر کو
کیسے وہ بھلا مانے گا غازی کے ہنر کو
خطبات سے، فتوؤں سے، مذمّت کے خطوں سے
کیا خوب سراہا تری محنت کے ثمر کو
مہنگا ہے بہت حق کی اشاعت کا یہ سودا
ظلمت سے لڑا پر نہ ملا کچھ بھی قمر کو
مٹ جائے گا باطل کا ہر انداز طلسی
محبوب خدا رکھتا ہے بس حق کی ڈگر کو
افواہوں کے آرے لئے پھرتے ہیں کئی لوگ
پر کاٹ نہ پائیں گے صداقت کے شجر کو
رکھتا ہے یہاں گر کوئی ساحل کی تمنا
خاطر میں رکھے اپنی اناؤں کے بھنور کو
نوربخشؒ کی تحریک کی تشہیر میں غازی
دوچند کرے حق ترے لفظوں کے اثر کو
پہچان فداؔ اس کو جو بندہ ہے غرَض کا
کرنا ہے جدا تجھ کو اگر خیر سے شر کو

نوائے صوفیہ

محمد یاسین منیر

علم و عرفاں کا بنا عنواں نوائے صوفیہ
عالموں اور عارفوں کی شاں نوائے صوفیہ

شاہِ ہمدانؒ کی ہے تعلیمات کا اس میں بیاں
حضرتِ نور بخشؒ کا فرماں نوائے صوفیہ

صوفیہ کی ہے پسندیدہ روش نوربخشیہ
ترجمانِ مشربِ ہمداں نوائے صوفیہ

ہم جہاں دنیا میں ہوں اپنوں سے ہر دم باخبر
ہے ہمارے ہاتھ میں ہر آں نوائے صوفیہ

کیوں نہ ثابت ہو یہ عرفاں کا خزینہ دوستو
جب لکھے گا خود ابوالعرفاں نوائے صوفیہ

اک زمانہ تھا ہمیں حیراں کیا کرتے تھے لوگ
اب زمانے کو کرے حیراں نوائے صوفیہ

یہ رسالہ کیوں نہ پھر دنیا میں ہو مقبولِ عام
حق پرستی کا ہے اک اعلاں نوائے صوفیہ

ہے یہی یاسیںؔ دعا، قائم رکھے اس کو خدا
اہلِ دل کے دل کا ہے ارماں نوائے صوفیہ

قارئینِ نوائے صوفیہ سے اپیل

محترم قارئین اور غیرت مند نوربخشی بھائیو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے آپ سب اللہ کے فضل وکرم سے خیر وعافیت ہوں گے۔ آپ سب اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی، میڈیا اور نشر واشاعت کے اس دور میں ملتِ نوربخشیہ کا واحد اشاعتی ادارہ نوائے صوفیہ ہے جس کے باعث عالمِ نوربخشیت کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہونے کے علاوہ دنیا بھر کے نوربخشیوں میں ربط وضبط بڑھا ہے۔ خاص کر لداخ، کرگل اور انڈیا کے دیگر حصوں کے نوربخشیوں میں بیداری کی نئی لہر آئی ہے اور نوربخشی انجمنوں کا قیام، کتابوں کی اشاعت اور مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون جیسے اہم اداروں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس فکری انقلاب کا سہرا نوائے صوفیہ کی اشاعتی کاوشوں کے سر ہے۔ لیکن انٹرنیشنل چارجز میں حالیہ بے تحاشا اضافے کے باعث انڈیا کے ان علاقوں میں نوائے صوفیہ کی ترسیل پر سالانہ چھتیس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں جس کے باعث اکثر علاقوں رسالہ کی ترسیل بند ہو گئی ہے۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ انڈیا کے نوربخشی بھائیوں تک نوائے صوفیہ پہنچانے کے لیے ہنگامی طور پر عطیات نوائے صوفیہ کے اکاؤنٹ Nawa-e-Sufia 1[illegible]748 UBL Secretariat Branch Islamabad میں جمع کروائیں۔

نوائے صوفیہ پر مستقل خریداروں کی طرف سے سالانہ چندے کی ترسیل نہ ہونے، تاخیر اور عدم دلچسپی کے باعث نوائے صوفیہ کی بروقت اشاعت ناممکن ہو گئی ہے۔ یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ بیشتر خریداروں کی عدم ادائیگی کے باعث رسالے کی ترسیل منقطع ہو گئی ہے۔ نیز اس صورت حال کے باعث ہر بار رسالہ تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو رسالے کا جاری رکھنا ناممکن ہے۔ نوائے صوفیہ کے کارکنوں کی رضاکارانہ خدمت کے باوجود نوائے صوفیہ کے فنڈ میں رسالے کی اشاعت کے لیے بھی ہر ماہ کافی رقم موجود نہیں ہوتی۔ امید ہے کہ آپ نشر واشاعت کے اس اہم ترین ذریعے کو جاری وساری رکھنے کے لیے اپنا زرِ تعاون بروقت ارسال کریں گے۔ ....(ادارہ)